هوالجلیل

کشف الابہام

فی ترجمہ

مکاتبات علّام

دفتر اوّل

از

جناب شیخ وجاہت حسین صاحب عندلیب شادانی منشی فاضل رامپوری

جسے

شیخ مبارک علی تاجر کتب اندرون لوہاری دروازہ۔ لاہو

نے

مطبع کریمی لاہو میں باہتمام میر امیر بخش چھپوایا

سنہ ۱۹۲۲ء

طبع اوّل ۱۰۰۰

قیمت فی جلد عہ ر

هو الجلیل

کشف الابہام

فی ترجمہ

مکاتباتِ علّام

از

جناب شیخ وجاہت حسین صاحب عندلیب شادانی منشی فاضل رامپوری

جسے

شیخ مبارک علی تاجر کتب اندرون لوہاری دروازہ۔ لاہور

نے

مطبع کریمی لاہور۔ باہتمام میر امیر بخش مینجر چھپوایا

طبع اوّل ۱۰۰۰

قیمت فی جلد عہ

مُعنوَن

اظہارِ اختصاص وارادت اور ادائے فرضِ تلمذ کے طور پر۔
حُسنِ قبول کی آرزو میں۔ غایت ادب کے ساتھ میں اپنی اس ناچیز
سعی کو فاضلِ جلیل۔ عالمِ نبیل۔ مخدوم الانامی حضرت مولائی۔
عالی جناب حکمت مآب۔ پروفیسر سیّد اولاد حسین صاحب
شاداںؔ بلگرامی مدظلہ السامی کے نام نامی سے مُعنون کرتا ہون۔

این ہدیۂ ناچیز گر افتد قبولِ خاطرش
یا شم عزیز و مفتخر نازم نصیبِ خویش را (عندلیب)

خاک نشین عندلیب شادانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

طرح طرح کی تعریف خاص اس حاکم عادل کو سزاوار ہے جس نے اپنی عنایت کے کارخانہ سے وجودِ بشر کو لباسِ حیات پہنایا اور کوچہ گمراہی کے تاریک دلوں کی راہ میں ہدایت کا چراغ روشن کیا

رباعی
زباں سے نام جو اُسکا میں لوں حماقت ہے — دہن سے وصف جو اُسکا کروں حماقت ہے
غرضکہ حمد و ثنا جانتا تو ہوں کہنا — پہ سچ یہ ہے کہ جو یہ بھی کہوں حماقت ہے

(یعنی جب پیغمبر صلعم نے لا احصی۔ الخ کے ساتھ عدم احتصائے ثنا کا اقرار کیا تو پھر میں بندۂ عاجز و ناچیز اگر محض اس کا نام زبان سے جو کہ ایک عضو ضعیف ہے۔ اور اس کی کوئی صفت دہن سے جو کثیف ہے۔ ادا کرنے کا ارادہ کروں تو عند العقل میری کمال بے دانشی ثابت ہوگی۔ اس لئے کہ میں حمد و ثنا کا حق ادا کرنا تو کجا اپنی بے لیاقتی کے باعث اتنے کے قابل بھی نہیں ہوں۔ پہلے شعر سے چونکہ یہ مطلب نکلتا ہے۔ کہ اس کا نام لینا اور وصف کرنا بے خردی ہے۔ حالانکہ اس کا ترک کرنا اسلام سے بعید ہے۔ اس بنا پر اس کی تلافی کر کے کہتا ہے کہ حق یہ ہے کہ یوں کہنے کو تو میں جانتا ہوں کیونکہ لوازم ایمان میں سے ہے۔ مگر انصاف یہ ہے۔ کہ میرا یہ کہنا بھی کہ "میں یوں کہنے کو تو کہنا جانتا ہوں"۔ ناوانی ہے اس لئے کہ ذرا سا امر خیر بھی بدوں توفیق الٰہی بندہ سے ممکن نہیں پھر یہ اوعا کیسا) اور بہت بہت ثنا و صفت خاص اس شمع رسالت (یعنی محمد صلعم) کو شایاں ہے جس نے یقین و خرد کی محفل کے سربلندوں (یعنی شریعت ظاہری کے پیروں) کو ایمان کی روشنی اور دین کا نور بخشا۔ اور معرفت و کمال کے میدان جنگ کے جانبازوں (یعنی صاحبان علم باطنی) کو اپنے جمال جہاں آرا کا پروانہ بنایا۔ **رباعی**

فخر انسان سرورِ خلق خداوند جلیل + قرب حق سے آپکے حیرت زدہ ہیں جبرئیل

سرمۂ چشمِ سلیماں خاک اُنکے پاؤں کی ❊ کوڑا اُن کے گھر کا ہے تاجِ سکندر کا عدیل

مشکل پسند دانشمندوں اور بلند مرتبہ دوربینوں پر پوشیدہ نہ رہے کہ جب زمانہ کی رنگارنگی اور دُنیا کی نیرنگی سے عظمت وجلالت کی بارگاہ کے تخت نشین اور علم یقین (یقین کی اقسام ثلاثہ میں سے ایک قِسم ہے اور وہ یہ ہے کہ حق تعالےٰ کی ذات وصفات کا یقین اس درجہ راسخ ہو کہ کسی کے شک ڈالنے سے اس میں کسی طرح کا فرق نہ آئے) کی شاہراہ کے مسافر۔ قطعہ۔

عالم عامل وعلّامۂ عصر ❊ عارفِ کامل وفیاض زمان

آصفِ عہد وفلاطون زمن ❊ شیخ ابوالفضل وزیر خاقان

(آصف حضرت سلیمان کے وزیر کا نام ہے جنہوں نے بلقیس کا تخت دو ماہہ راہ سے چشم زدن میں منگوا دیا تھا۔ خاقان در اصل اگرچہ چین وترکستان کے ہر بادشاہ کا لقب ہے۔ مگر مطلق بادشاہ کے معنی میں بھی آتا ہے اور یہاں مراد اکبر بادشاہ) کی شہادت کے واقعہ نے اہلِ عالم کے ہوش اُڑا دئے اور تیغ قضا نے اس برگزیدۂ جہان وجہانیاں کی زندگی کو قطع کر دیا (واضح ہو کہ اس عبارت میں لفظ تیغ سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ ابوالفضل کی شہادت تلوار سے واقع ہوئی تھی جلکر ڈوب کر یا زہر سے ہلاک نہیں ہوا تفصیل اس کی یہ ہے کہ فتح دکن کے بعد اکبر کی طلبی پر بہت قلیل جماعت کے ساتھ یلغار کرتا چلا آتا تھا۔ راستہ میں شہزادہ سلیم کے ایما سے بندیل کھنڈ کے ایک راجہ مسمی نرسنگھ دیو نے اُسے قتل کر ڈالا) تو اہلِ زمانہ کی نظر میں دُنیا اندھیر ہو گئی۔ اور قبائے حیات صاحبانِ باطن کے جسم پر تنگ۔ بیت

بہت مرنے پہ اسکے بادشہ نے اشکباری کی ❊ فلاطوں چل بسا دنیا سے اسکندر نے زاری کی

فضل وکمال کی مسند کے اُس صدر نشین کے مکاتبات جو کہ قضا وقدر کا مرقع تھا اور مراتب کمال کا دستور العمل ہیں منتشر پڑے ہوئے تھے۔ میں کہ میرا نام عبد الصمد بن افضل محمد ہے اور اس ارسطوئے سکندر منش کی نظرِ بلند میں بھانجا ہونے کے علاوہ نسبت فرزندی (مراد دامادی) بھی رکھتا تھا اور ان کا شاگرد بھی تھا۔ اس گلدستۂ دانش کو اپنے لئے حصول سعادت کا بہترین ذریعہ سمجھ کر اس کے فراہم کرنے کے لئے مستعد ہوا اور اُس کے مرتب کرنے میں مصروف۔ اگرچہ مجھ ہیچمدان کی کیا مجال کہ ماہتاب کے جسم کے لئے کتان کا لباس بناؤں۔ بہشت کو کنیر کے پھولوں سے آراستہ کروں۔ آفتاب کو مشعل

سے روشنی بخشوں اور چاند کو آئینہ سے زینت دوں لیکن میں نے ان پردہ نشینان خیال (یعنی مضامین و معانی خیال) اور دوشیزگان فکر میں انتہائے خوبروئی اور نمکینی کے سبب اس سے زیادہ پوشیدگی کی تاب نہ دیکھی لہذا چاہا کہ سخنوروں اور سخن کے طالبوں کو اُن کے جمال جہاں آرا کا جلوہ دکھاؤں اور اس حسین دلہن اور خود آرا نازنین کا بناؤ سنگار کرکے سخن فہموں کے روبرو کروں۔ناچار میں نے نہایت کوشش وتلاش سے ہر جگہ سے فقرہ فقرہ بہم پہنچایا۔اور اس کو لکھ کر (گویا)، ہاتھوں کو مہندی لگائی۔اور چشم نکتہ بیں کو جو معنوی دلہنوں کے دیدار کی عادی ہے۔بہت کچھ روشنی بخشی۔اور ہر ایک کے عنوان کو اپنی معلومات کے موافق لکھ کر تین قسمیں کیں۔اول وہ خطوط اور فرمان جو انہوں نے حضرت شاہنشاہ کی زبان سے ایران و توران کے بادشاہوں اور بلند مرتبہ امرا کے نام قلم معنی سنج سے تحریر فرمائے ہیں۔دوسرے وہ عرضیاں اور خط جو اپنی طرف سے حضرت سلطان عالم اور امرائے ذی حشم کو لکھے ہیں۔تیسرے وہ خطبے اور خاتمے اور کتابوں۔بیاضوں اور نثروں وغیرہ کا انتخاب جو بعض مقاصد کے لئے احاطہ تحریر میں لائے ہیں سب کو تھوڑی سی مدت میں مرتب کرلیا اور بہت کچھ بہرہ اندوز ہوا۔اور اس کے خاتمہ کی تاریخ عدم سے عالم وجود میں اس طرح جلوہ گر کی اور دل کے نہ خانہ سے ظہور کی بلندی پر یوں لایا۔**رباعی**

علم ادب اس کتاب سے نامی ہے — موج دریائے طبع فہّامی ہے
اچھی ساعت میں اس نے پایا انجام — تاریخ "مکاتبات علّامی" ہے

(فہّامی و علّامی میں بقاعدہ عربی یائے مبالغہ ہے۔یائے متکلم بھی کہہ سکتے ہیں) اللہ اللہ یہ کس بلا کی ہوش افزا نازنینیں ہیں جو ظہور کے تخت پر جلوہ فرمانے کے لئے آمادہ اور دلفریبی کے لئے تیار ہیں لیکن بلند نظر کو چاہئے۔کہ اُن کے نظارہ سے دل کو جو کہ عالم قدس کی پردہ نشینوں کا خلوتکدہ ہے نورانی لباس پہنائے اور آنکھ پر جو کہ قصر دماغ کی روشندان ہے رنگین پرتو ڈالے۔امید کہ گلستان خرد کے یہ نو دمیدہ پودے اور چمنستان بصیرت کے نونہال انصاف کی سدا بہار میں پرورش پاکر ہمیشہ سرسبز و شاداب رہیں۔

سلطان عالم حق جو عدالت پسند کو شکوہ آفتاب فلک ظل الٰہی۔گوہر معدن شاہنشاہی
جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی کا نامہ عبداللہ خاں ازبک والی توران کے نام

پاکیزہ بنیاد شکر اس خالق کو سزاوار ہے جس نے رنگارنگ عالم کو اتنی کچھ انواع و اقسام کے

ساتھ جن سے اس کی علمیّہ صورتیں (صوفیہ کے نزدیک جو کچھ وجود میں آیا اور آئیگا۔ یہ سب صورتیں ہیں جو کُل کی کُل خدا کے علم میں تھیں) مراد ہیں۔ قدرت خالقیت کے زور سے باطن کے تہ خانہ سے ظاہر کی بارگاہ میں لاکر مخلوق کے گروہوں کو کبھی تو باطنی فرمانرواؤں کے زیر حکومت جن سے نبیوں اور رسولوں کی پاک ذاتیں مراد ہیں۔ وحدتِ ارادی (اپنے ارادہ اور رغبت سے ایک جماعتِ کثیر کا ایک دل ہوجانا جس طرح کہ کسی ایک نبی پر ایمان لانے والوں میں باہم ارتباط و اتحاد ہوتا ہے۔ اور اس میں جبر و اکراہ کو دخل نہیں ہوتا) میں منسلک کر کے مُنتظم اور مرتب فرمایا۔ اور کبھی ظاہری بادشاہوں کے جلال کی ہیبت میں جو عظمت الٰہی کی بارگاہ کے ستون ہیں مربوط کر کے وحدت قہری (یعنی مردم کثیر کا کسی کے قہر و غلبہ سے یکدل و متفق ہوجانا جس طرح کہ کسی بادشاہ کے ملازمین میں بادشاہ کے حکم سے بظاہر اتفاق ہوتا ہے۔ لیکن باطن میں ایک دوسرے سے متحد نہیں ہوتے) سے عالم ظاہری کے انتظام کو زینت بخشی۔ پس شاہراہ مقصود کے قافلہ سالاروں کی روح پر بہت بہت آفریں ہو۔ کہ جو باطنی منزلوں کے طے کرنے والوں (اہل طریقت) اور ظاہری طریقوں کے عبادت گذاروں (اہل شریعت) کو گمراہی کے بیابان اور اختلاف کے صحرا سے ہدایت اور باہمی الفت کے دار الملک میں لاکر ستودہ زندگانی اور نیک انجام کے ساتھ بقا کے خلوت خانہ میں تشریف لے گئے ہیں۔ اور عالم بالا کی بہت سی تائیدیں اور آسمانی توفیقیں ان عالی گوہر بزرگوں (یعنی بادشاہوں کے شامل حال ہوں کہ جو زمانہ حال کو فتنوں کی شورش اور زمانہ کے حادثوں کے آشوب سے محفوظ رکھکر اپنی تمامی ہمت بلند کو اس معاملہ میں صرف کرتے ہیں کہ عامہ خلایق کو خواہ وہ موافق ہوں یا مخالف (یعنی دوست ہوں یا دشمن یا ہم مذہب ہوں یا غیر مذہب) امن و امان کے وسیع میدان میں رکھ کر عالم ظاہر کے ویرانہ کی آبادانی میں کوشش کریں۔ غایت مسرت اور انتہائے خوشی کے وقت جبکہ زمانہ مسعود اور ہمارا دِل مسرور تھا۔ نزہت آباد کابل میں اس مکتوب اخلاص وخلوص اور نامۂ دوستی و یگانگت کے مطالعہ اور ملاحظہ سے ہم مسرور اور محظوظ ہوئے جو کہ یکجہتی کے نگارستان کا مرقع تھا اور دوستی و محبت کی غنچوں کی سی مہک اور انبساط و سرور کی فرحت بخش خوشبو سے جو کہ اُس (مکتوب) کے الفاظ و عبارات کے چمنوں کے پھولوں اور اس کے مضامین و معانی کے گلوں کی ہے فیض کی خوشبو پائے ہوئے دماغ نے تازہ فرحت حاصل کی اور ضمیر کے فردوس کی سی شگفتگی رکھنے والے مشام (دماغ)

میں بے انتہا تازگی پائی۔ قدیمی محبت و یگانگت کا چمن سرسبز ہوا اور قلبی اتحاد و خلوص کی بنیاد مستحکم۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ پسندیدہ خصلت جو فی نفسہٖ روحانی ملاقات اور زبانی گفتگو ہے۔ دل مشتاق کی مسرت بڑھانے والی اور قلب صاف کا انبساط زیادہ کرنے والی ہی ہو سکتی ہے۔ اور اسی کو ظاہری یکجائی اور مل بیٹھنے کا عوض بے بدل شمار کیا جا سکتا ہے۔ اور دوستی کی خوشبو دینے والے قلم سے یہ جو تحریر فرمایا تھا کہ صلح کی بنیادوں کے استحکام اور یکجہتی کے چشموں کی صفائی میں دونوں طرف سے کوشش کی جائے۔ اور ہندوکوہ درمیان میں رہے۔ (تو اس تجویز نے) پسندیدگی کے منظر پر جلوہ دکھایا۔ ظاہر ہے کہ (عقلائے دہر نے) دنیا میں کسی شئے کو دوستی اور یکجہتی سے بڑھکر نہیں بتلایا۔ اس لئے کہ دنیا کا سارا انتظام اسی سے وابستہ و متعلق ہے۔ اور جب کہ یہ معاملہ بادشاہوں کے گروہ میں ظہور پذیر ہو۔ جو کہ عظمت و جلال الہی کی بارگاہ کے ستون ہیں۔ تب تو دونوں جہان کی برکتیں اور خوبیاں اُس کا نتیجہ ہونگی۔ اور ہزارہا جانیں اور ہر قسم کے جاندار عافیت کے گہواروں میں آرام پائیں گے۔ مصالحت کے مراسم اور دوستی کے لوازمات کے اظہار میں پہل تو ہماری ہی طرف سے ہونا چاہئے تھی۔ کیونکہ ہماری عدالت آمیز ہمّت بالکلیہ سعادت کی صبح کے نمودار ہونے کی ابتدا ہی سے اگلے حکمرانوں کے برعکس بنی آدم کے مختلف گروہوں کے ساتھ ہمیشہ الفت و محبت کے راستہ پر رہی ہے۔ اور جبکہ اس معاملہ کی ابتدا اُس عالی مرتبہ کی طرف سے ہوئی ہو پھر تو اس نسبت کی نگہداشت اور اس تعلق کی رعایت ہماری ہمت کے ذمہ بدرجہ اولیٰ لازم ہے۔ ان دنوں جبکہ ایران کے بادشاہ نے اگلے تعلقات اور پچھلے حقوقِ دوستی کو مدنظر رکھتے ہوئے یادگار سلطان شاملو کو بھیجکر امداد طلب کی تھی۔ درجہ قبولیت پر نہ پہنچی۔ اور شاہرخ مرزا کی بھی یہ خواہش تھی کہ کابل۔ کشمیر۔ سواد۔ بجور اور تیراہ میں جو کہ ولایتِ سرسبز زمین نمناک جو بالیدگی زراعات کے لئے بارش کی محتاج نہ ہو، میں سے ہے۔ اس کو جاگیر مل جائے۔ آپ کے قرب و جوار کا لحاظ کرتے ہوئے اس کی درخواست قبول نہ ہوئی۔ بلکہ صوبہ مالوہ میں ہم نے اس کو جاگیر دیدی۔ اور قندہار کے میرزایوں کو بھی درگاہِ والا میں طلب کر کے اس ملک کی حفاظت جو کہ پہلے ہی سے ممالکِ محروسہ میں داخل ہے۔ اپنے قدیمی ملازموں کے سپرد کر دی تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ توران کے لشکر اُن حدود کو ایرانی علاقہ تصور کر کے چڑھائی کر دیں۔ اور اُن والا شان کی ولایت اور ہمارے ممالک محروسہ کے

درمیان بھی خلل عظیم واقع ہوا اور نیز ایک بدسرشت گنڈے نے بدخشاں کے پہاڑوں میں فتنہ و فساد برپا کیا اور اس بات کا دعوے دار ہوا۔ کہ میں شاہرخ مرزا کا بیٹا ہوں اُن اطراف کے زمیندار بھی اُس سے مل گئے اگرچہ اُس نے بہت کچھ عرضیاں وغیرہ بھیجکر امداد طلب کی لیکن ہم نے اس کی طرف التفات نہ کی حتیٰ کہ وہ تباہ و برباد ہو گیا۔ اس بنا پر کہ بات کا پاس ہماری ہمت والا کیلئے لابدی ہے۔ چونکہ شروع ہی سے صلح کی گفتگو درمیان میں آ گئی۔ دل یہ چاہتا ہے کہ یہ معاملہ اس طرح انجام پائے۔ جو خدا کے برگزیدہ بندوں (سلاطین) کے شایاں ہو۔ فی الحقیقت اگر اُن دل آویز باتوں کی اس طرح تحقیق ہو جائے جس طرح کہ قاصد کے بیان اور نامہ کے مضمون سے ظاہر ہے۔ تب تو کیا ہی کہنا ورنہ ایک جگہ مقرر کر لی جائے تاکہ اُس معین مقام پر بزم اتحاد آراستہ ہو اور بے واسطہ غیرے صاف صاف بیان اور سچے سچے معاملہ سے دینی و دنیوی مقاصد اور ظاہری و باطنی مطالب ہو جائیں۔ گوش اقدس میں یہ خبر پہنچی کہ ناکس سرشتوں کے ایک گروہ نے حدود پنجاب میں ہماری موجودگی کو اپنی سخن سازی کا وسیلہ بنا کر وہ بات بیان کی ہے۔ جو آئین دوستی کے سراسر خلاف ہے بھلا یہ کیونکر ممکن ہے کہ دل کے خلوت خانہ میں جس بات کا وجود نہ ہو وہ زبان پر آ جائے اور تحریر و تقریر کے ذریعے جو کچھ طے پا جائے اُس کے برعکس عمل میں آئے باوجودیکہ اس ملک کی آب و ہوا اور سیر و شکار ہمیں بھایا تھا لیکن اب دل میں یہ بات آتی ہے کہ دارالخلافت آگرہ کی جانب کوچ کریں تاکہ بیہودہ گویوں کی زبان بند ہو جائے اور یہ جو آپ نے تحریر فرمایا تھا کہ شاہرخ مرزا کی طرف سے دل میں وہی غبار موجود ہے۔ کچھ سمجھ میں نہ آیا اس لئے کہ بلند مرتبہ حکمرانوں کے پاکیزہ دلوں میں جو نور الٰہی کا مطلع اور برگزیدہ و پاکیزہ اطوار کا مظہر ہیں جب اپنے ہمسروں اور ہم مرتبہ لوگوں کی کدورت قائم اور نقش پذیر نہیں ہوتی ہے۔ تو پھر بھلا عوام کی کدورت اُن دلوں میں کس طرح جاگزیں ہو سکتی ہے۔ بالخصوص ایسی حالت میں کہ اُس کا سبب کم سنی اور نادانی ہو عفو و درگذر کے آب صاف سے کیوں نہ دُھل جائے۔ اور وہ اس خودرائی کے عوض جو اُس والا نژاد کی جناب میں اُس کی خطاؤں کا سبب بنی صحرائے غربت میں مارا مارا پھرا جبکہ ایں جانب سے پناہ چاہی تو چونکہ اُس کی حالت کی پیشانی سے شرمندگی کے آثار نمایاں تھے۔ اس لئے اُس کو صاف کر دیا گیا اور کنایتاً اُس امر کا جو اظہار کیا گیا تھا۔ کہ محمد حکیم مرزا کے بیٹوں اور

شاہرخ مرزا کا ہمارے آستانۂ دولت پر التجا کرنا اُس خلاصۂ خاندان بزرگی و بلند قدری (یعنی آپ) کی محبت (یعنی دشمنی) کے آثار میں سے ہے۔ تو ہم سے ان خاص نسبت رکھنے والوں کا ہمارے یہاں حاضر ہو جانا اس امر (آپ کی مخالفت) پر کیونکر محمول ہو سکتا ہے۔ اور محبت و یگانگی کے تقاضہ سے آپ نے قلم محبت سے اپنی فتوحات کی جو تفصیل تحریر فرمائی تھی اُس کو اس والا گوہر کے حسن نیت کا نتیجہ خیال کر کے ہم بہت محظوظ ہوئے اور قلم محبت کا وہ نوشتہ جو مولا حسینی کے ہمراہ پہنچا جس میں تحریر تھا، کہ فرزند عزیز نے کم سنی کے تقاضہ سے چند ایسی خواہشوں کا اظہار کیا ہے جو اس کو زیبا نہیں لہذا فکر ہے کہ کہیں محبت کے دامن پر گرد نہ بیٹھ گئی ہو۔ اور اس کی معذرت خواہی میں آپ نے بہت کچھ لکھا تھا۔ واضح ہو کہ عبد اللہ خاں کے بیٹے عبد المومن خاں نے اپنے لئے اکبر کی بیٹی کا پیام دیا تھا۔ اکبر کو پیشتر سے اطلاع مل گئی کہ عبد المومن خاں نے اس مضمون کا خط ہمارے پاس روانہ کیا ہے۔ چنانچہ بہت ناخوش ہوا اور عبد المومن خاں کے قاصد کو دریا سے پار ہوتے وقت غرق کرا دیا۔ عبد اللہ خاں کو جب اپنے بیٹے کی اس لایعنی حرکت کی خبر ہوئی۔ تو مولانا حسین کے ہاتھ معذرت نامہ بھیجا۔ اکبر اس کے جواب میں انجان بن کر لکھتا ہے کہ آپ کے بیٹے کا قاصد یہاں پہنچنے سے پیشتر غرق ہو گیا اور ہمیں خط کا مضمون نہ معلوم ہوا)۔ (تو صورت واقعہ یہ ہے کہ) قاصد یہاں پہنچنے سے پیشتر راستہ ہی میں دریا میں ڈوب گیا۔ اور خط کا مضمون معلوم نہ ہوا۔ ہماری خاطر گزیں اس واقعہ کے ظہور پذیر ہونے سے متاسف ہوئی سابقہ معرفت کے تعلقات اور نئی محبت کے مراسم کوئی ایسے معمولی طریقہ پر پیوستہ اور مربوط نہیں ہوئے ہیں۔ کہ اگر بالفرض (اس قسم کی) کوئی بات ہو تو دوستی کے دامن پر رنجیدگی کا غبار بیٹھ جائے۔ بیٹیوں کو حقیقی باپوں پر تو ایک قسم کا ناز ہوا ہی کرتا ہے خصوصاً آپ جیسے باپ پر۔ لیکن اگر مجازی باپوں کے ساتھ بھی اس قسم کا برتاؤ ہو تو کیا بعید ہے۔ اُس فرزند کی سعادت مندی کا کیا کہنا جو باپ کی رضا جوئی کو مد نظر رکھکر اس تعلق کی نگہداشت میں کوشش کرتا ہے۔ واضح ہو کہ اس عبارت میں تین تعریضیں ہیں۔ اول یہ کہ تمہارے بیٹے نے حقیقی بہن کو تم سے طلب کیا دوسرے یہ کہ میں اس کا باپ ہوں تیسرے یہ کہ چونکہ اصطلاح میں والا دسنگاہ مسخرہ کو کہتے ہیں۔ لہذا والا دسنگاہ کہکر با قتضائے مقام گویا مسخرہ بھی کہہ دیا۔ اور آخری فقرہ سے ناسعادتمند بھی ثابت کر دیا۔ وہ بزرگ عہد

وہاں کے قلعے ممالک محروسہ میں داخل ہوگئے۔ باوجودیکہ اُسنے اتنی جنگ وجدل کی تھی۔ ہماری
خدمت میں شرف یاب ہونے کے بعد ہم نے اُس کی حالت کی پیشانی سے سعادت مندی کے
اثرات محسوس کرکے اُس ملک کو جو ایک زبردست جنگ کے بعد حاصل ہُوا تھا۔ پھر اسی کو بخشدیا
اور ہمارے صلاح اندیش ضمیر کے ارادوں میں سے یہ بھی تھا کہ وحشیوں اور چوپایوں کی سی سیرت
اور طبیعت رکھنے والے افغانوں کی سرکوبی کی جائے۔ جو مور و ملخ سے زیادہ تھے اور سواد بجور اور تیراہ
کے مستحکم پہاڑوں میں اپنے مسکن بناکر ہمیشہ توران کے جانے والے قافلوں کو ستایا کرتے تھے
وہ بھی ہماری عدالت کے اقتضا سے نہایت خوبی کے ساتھ سرانجام پاگیا۔ بہتوں نے تو اپنے
گوش ہوش میں ہماری اطاعت وفرمانبرداری کا حلقہ پہن لیا۔ اور اُن ڈاکوؤں کا ایک گروہ
جن کے دماغ میں بغاوت اور سرکشی کا بخار بھرا ہُوا تھا۔ کوہ پیکر ہاتھیوں کے پیروں سے کُچل
ڈالا گئے۔ اور بہت سے قہر الہی کی جلالت کی رسیوں میں گرفتار ہوکر پیچ ڈالے گئے۔ اور ہماری
حقیقت بین خاطر کو یہ امر بھی ملحوظ تھا کہ بدنہاد بلوچیوں کی اصلاح ودرستی کردی جائے جو کہ ہمیشہ
فرمانبرداری اور سرکشی کی اُمید وبیم میں رہ کر ایران جانے والوں کا راستہ روکتے تھے اور ٹوکا نام
محصول وباج رکھکر بہت سے بندگان خدا کو بے سروسامان کردیتے تھے۔ سو یہ معاملہ بھی حسب
منشاء طے ہوگیا اور ضمیر کے آئینہ میں جو دل پذیر صورت پوشیدہ تھی اُس سے کہیں بہتر ظہور کے
تخت پر جلوہ نما ہوئی اور نیک نیتی کی برکتوں سے باوجودیکہ ہمارے اقبال کے پھریرے پنجاب
میں تھے۔ سُلطان مظفر گجراتی جو کہ اپنے چالیس ہزار ساتھیوں سمیت خودسری کا دم بھرتا تھا
ہمارے ظفرمند مجاہدوں کی کوشش سے گرفتار ہوگیا۔ اور اُس ملک کے سارے خودسروں اور
سرکشوں نے پناہ مانگ کر خراج دینے کا اقرار کرلیا۔ اور حوادث عجیبہ میں سے ایک یہ بھی ہے کہ
جب وہ ہمارے آستانہ خلافت پر لایا جارہا تھا۔ اُس نے خودکشی کرلی۔ واقعی (خدا کی مصلحت
اسی میں تھی اس لئے کہ ہماری مہرگزیں خاطر انسان کے قتل اور بنیاد الہی کے ڈھادینے سے
بہت بچتی ہے۔ ظن غالب یہی ہے کہ جس وقت لوگ اُس کو ہمارے سامنے لاتے۔ تو وہ صحیح و
سلامت رہتا اور جنگ جو بہادروں کے اہتمام سے سومنات مشہور بہ جوناگڈھ اور سورت کی
ساری ولایت جو جنوب رویہ بحیرہ عمان کے ساحل پر واقع ہے۔ قبضہ وتصرف میں آگئی اور

نیز نظام الملک کا بھائی بُرہان الملک جو دکن کی زبردست حکومت کا مالک تھا۔ اور زمانہ کے
مصائب سے تنگ آکر ہم سے پناہ کا طالب ہُوا تھا۔ جب تک کہ اُس ملک کے انصاف اور عدالت
کی خبریں ہمارے حق شنو کانوں میں پہنچتی رہیں بڑی بڑی عنایتوں سے اس کو (نظام الملک کو)
سرفراز فرما کر ہم نے دکن کی تسخیر کو موقوف رکھا تھا لیکن جب فتنہ و فساد اور رعایا کی ستم رسیدگی
کی خبر پہنچی تو ولایت مالوہ اور خاندیس کے حاکم ہمارے حکم پر کاربند ہو کر بُرہان الملک کو اس ملک
کی حکومت دے کر پلٹ آئے۔ چونکہ وہ کوتاہ حوصلہ تھا۔ اس مردم آزما شراب (حکومت) کی
تاب نہ لا کر خود مختاری کا دعوےٰ کرنے لگا۔ اس بنا پر کہ ناشکر گذاری کی راہ پر چلنا اپنی بیخ کنی کرنا
ہے تھوڑی ہی مدت میں اُس کا اور اُس کے بیٹوں کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔ اس ملک
کے سردار اُس سلسلہ سے نسبت رکھنے والوں میں سے ایک شخص کو اپنا سرگروہ بنا کر خود سر ہو گئے
تائیدِ ایزدی کے ساتھ ہم نے اقبال مندی کی پیشانی کی روشنی دولت و اجلال کی آنکھ ٹھنڈک
فرزند سعادت مند سلطان مراد کی سرکردگی میں اپنی فوجِ ظفر موج کو روانہ کیا۔ اُس وسیع ملک کا
بہت سا حصہ جو کہ دوسرا ہندوستان ہے۔ اپنے قبضہ اور تصرف میں لے آئے اور حقیقت مند
جنگ آزماؤں نے بلاد شرقیہ میں اڑیسہ کی وسیع ولایت کو جو سمندر کے متصل واقع ہے
تسخیر کر لیا اور کئی ہزار سپاہی امان پا کر ہمارے آستانۂ خلافت کے ملازموں سے (توفیق)
شامل ہو گئے۔

چونکہ اللہ تعالےٰ کی نعمت کا شمار کرنا ایک لمبی چوڑی داستان ہے۔ لہٰذا اس شوکت پناہ
کی خوشدلی کے لئے صرف اتنے ہی پر اکتفا کر کے اس امر کا اظہار کرتا ہے کہ جس وقت مولانا حسینی
نے شرف باریابی حاصل کیا۔ اُسی وقت سلطنت کے کارکنوں کو حکم دیدیا گیا کہ جلد انکو رخصت
کردیں۔ اسی اثناء میں کچھ لوگوں نے اپنی بدبختی سے کشمیر کی دلفریب زمین میں فتنہ و فساد برپا
کر کے ہماری دولت خداداد سے مخالفت اور انحراف کرنا شروع کیا۔ ہمارا لشکر اقبال مقرب
ہم نشینوں کی ایک جماعت سمیت بطریق شکار نکلا تھا۔ اور قدرت کے منظروں پر عبرت بین
نگاہ ڈال رہا تھا۔ کہ وہ شورش ملک نشو و نمو ہوئی۔ اور بارش کے طوفان کے باوجود حادثہ کے طور
(ہم اُس طرف) متوجہ ہوئے۔ قبل کمانا۔ کہ فتحمند غازی ٹیلوں اور ٹیکروں کو طے کر کے اُس

ملک میں پہنچیں کچھ حقیقت مند نیک بخت جو ضرور تاً اس طوفان بے تمیزی میں شریک ہو گئے تھے قابو پا کر اُن کے سرغنہ کا سر کاٹ کر لے آئے۔ چونکہ لشکر جلالت قریب پہنچ گیا تھا دوبارہ اُس گلزار بے خزاں میں داخل ہوئے۔ اور اس فیض بخش چمن زار میں ظاہری اور باطنی لذتیں حاصل کیں۔ ایلچی کے بھیجنے میں تاخیر ہو گئی۔ جب ہمارے مبارک علم واپس ہوئے راستہ میں مولانا حسینی کے سانحہ کی خبر پہنچی۔ کہ ہیضہ کے مرض میں مبتلا ہو کر وفات پائی۔ نہایت ہی افسوس کا باعث ہُوا۔ اس بنا پر اولیائے کبار کے فرزند بزرگان کرام کے لُب لباب خواجہ اشرف کو جو اس خاندان عالی کے قدیموں میں سے ہیں۔ بعض محبّت افزا باتیں سمجھا کر بھیجا گیا۔ تاکہ وہ ساری حقیقت حال آپ کے ضمیر النور پر ظاہر کر دیں۔ اور نیز اُن عہد و پیمان کے تعلقات کو جو خطوط اور قاصدوں کے ذریعے قائم اور اُستوار ہوئے تھے تازہ کر دیں۔ محبت اور یگانگی کے اثرات کی بزرگیوں سے یہ توقع ہے۔ کہ آپ ہمیشہ مسرت افزا خوشخبریوں سے دل کے باغ کو تازگی بخشتے رہیں۔

نامۂ محبّت افزا عبد اللہ خاں ازبک کے نام تحریر ہُوا:۔

دوستی اور اخلاص کا رابطہ اور محبت و یگانگت کا واسطہ یعنی خلوص و محبّت کا پیغام جو [illegible] شان۔ عالی صفات۔ سلطنت اور سرداری کی پناہ۔ صاحب رفعت و شوکت سرداری اور [illegible]دانمردی کے میدان کے شہسوار۔ عدالت اور انصاف کے درجات پر ترقی کرنے والے۔ عزت اور بلند مرتبگی کے خاندان کے خلاصہ۔ بزرگی اور والا پائگی کے گھرانے کے قوت بازو۔ خدائے تعالےٰ کے انوار کی شعاعوں کے جائے ورود۔ آگاہ دلی کی روشنیوں کی جگمگاہٹوں کے مقام ظہور۔ شجاعت اور حشمت کے ستونوں کے استوار کرنے والے دلیری اور بزرگی کی بنیاد رکھنے والے۔ عز و اقبال کی محفل کے مسند نشین۔ جاہ و جلال کی بارگاہ کے صدر۔ پیدائش کے وقت سے ہمّت کی بلندیوں پر پہنچنے والے۔ نجابت کی برکتوں سے نعمتوں کی بزرگیوں کے لئے مخصوص۔ قطعہ

گوہر افزائے نگین و تیغ عبد اللہ خاں   تیغ ج[illegible] لے گئی امید کے شیشہ سبز رنگ

اشہب اُنکا جنگ کے میدانمیں ہے مانند شیر   [illegible]کا جنگ کے دریا میں ہے مثل نہنگ

دگوہر سے مراد خوبی و کمال اور نگین سے مراد خاتم سلطنت یعنی حکمرانی و عدالت سے مُہر بادشاہی میں ایک نئی خوبی زیادہ ہو گئی۔ اور ظالموں کے قتل اور کشور ستائی سے تلوار کو ایک نیا کمال و اعتبار حاصل ہو گیا۔ اور تیغ کا آئینہ امید کا زنگ دور کرنا۔ یہ معنی رکھتا ہے کہ ظالموں اور سرکشوں کو تیغ سے قتل کر کے مظلوموں اور مسکینوں کی امیدیں برلایا۔ واضح ہو کہ جب آئینۂ فولادی عدم استعمال کے باعث زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ تو چھری یا مصقلہ آہنی کی نوک سے اُس کا زنگ دُور کرتے ہیں۔ ادہم بمعنی اسپ سیاہ و اشہب بمعنی اسپ سبزہ) ہمیشہ ان کی محبّت کے ارکان دوام کے ساتھ استوار اور اُن کی دولت کے ستون حسن انتظام کے ساتھ مستحکم ہیں۔ کے والانامہ کی تحریر اور روشن خط کے مضمون میں مذکور و مسطور تھا اور اگلی قرابت و محبت کے تعلق کو مضبوط کیا گیا تھا۔ اور خالص صداقت کی بنیادیں رکھی گئی تھیں۔ سب معلوم ہُوا جس سے صفائے قلب حاصل ہوئی اور ہمارا ظاہر و باطن منور ہو گیا۔ اور دوستی و محبت کی بنیادیں استوار ہو گئیں۔ اور یگانگت اور یکجہتی کے ستون مضبوطی سے قائم ہو گئے۔ نورانی دل اور روشن طبیعت کے آئینہ پر جو عالم قدس اور محبت الٰہی کے انوار و الہامات سے نقش پذیر ہوتا ہے۔ پوشیدہ نہ رہے کہ حکومت کے تخت پر جلوس فرمانے کی ابتداء سے لے کر اس تک کہ دوسری قرن کا آغاز ہے (اس کتاب میں قرن کی مدّت تیس برس ہے) انسلی توفیق کی امداد اور آسمانی تائید کی اعانت سے ہمارے حق پرست دل میں یہی خیال قائم رہا کہ سلطنت و حکمرانی اور سرداری و تسخیر ممالک سے مقصود حق پانے کے مراسم کی ادائیگی اور پاسبانی کے لوازم کا سرانجام ہے۔ نہ کہ دولت و حشمت جمع کرنا اور نفسانی و جسمانی لذتوں میں ڈوبا رہنا لہٰذا ہر دوست و دشمن اور اپنے پرائے کے ساتھ درگاہ الٰہی کے اس نیازمند کے برتاؤ کا طریقہ اور سلوک کی روش نرمی و مہربانی اور نوازش و عنایت کے سوا نہیں رہی۔ اور ہماری طبیعت ہمیشہ عامۂ خلائق کی بہبودی و خوشحالی میں مصروف اور باطنی توجہ کی آگ اس مقصد عالی اور منشائے بلند کی جانب پھری رہتی ہے۔ خدائے عزوجل گواہ ہے (اور خدا ہی کا شاہد ہونا کافی ہے) کہ ہم نے ملک ہندوستان کو جسے جہاں پیماؤں اور کوہ و دشت نوردوں نے نہایت وسیع اور دنیا کا ½ تجویز کیا ہے۔ اور جو تین طرف سے سمندر سے گھرا ہُوا

ہے حرص وطمع کی بنا پر فتح وتسخیر نہیں کیا ہے۔ بلکہ مظلوموں کی رعایت اور عاجزوں کی حمایت کے سوا کوئی اور بات ہماری ہمت کے مدنظر نہیں رہی۔

اور یہی وجہ ہے کہ ہماری بزرگ ہمت جس طرف متوجہ ہوئی دولت اور اقبال استقبال کے ارادہ سے سامنے آیا۔ اور اس (ہمت) نے جس طرف ہمارے ارادہ کی باگ پھیر دی فتح ونصرت نے دوڑ کر پیشوائی کی۔ جبکہ ہماری حمیدہ خصلت اور پسندیدہ عادت کل مخلوق خدا کے ساتھ اس رنگ پر ہو تو اس حکومت پناہ کے ساتھ جو کبریائے الٰہی کی بارگاہ کے بہترین تائید یافتوں میں سے ہیں۔ اور ساتھ ہی باہمی تعلقاتِ دوستی اور مراسم محبت نہایت استوار اور گہرے ہیں۔ اور در آنجا لیکہ قریبی سابقہ قرابت (اور وہ بزرگوں کی قریبی رشتہ داری یہ ہے۔ کہ قراخاں اور چنگیز خاں دونوں چچازاد بھائی تھے۔ اکبر قراخاں کی اولاد سے ہے اور عبداللہ خاں چنگیز کی نسل سے) موجودہ یگانگت کے ساتھ شامل ہو گئی ہو۔ اور حق شناس خرد مندوں پر ظاہر ہے کہ مذکورہ تعلقات میں سے ایک بھی محبت اور دوستی کی استواری کے لئے کافی ہے۔ پس جبکہ یہ سب کے سب جمع ہو جائیں تب تو ضرور ہی ہماری حق بین حقیقت آئین نظر کو دوستی اور محبت کے سوا کوئی بات پسند نہ ہو گی۔ ظاہر ہے کہ اس اتحاد اور دوستی کی برکتیں دنیا اور دنیا والوں کی حالت اور وضع کے نظام و انتظام کا سبب ہونگی۔ خط اور قاصد کے ارسال نہ کرنے کی وجہ جو گنا تیا (آپ نے) تحریر کی تھیں۔ ہر چند کہ دور اندیش عقل کی نظر میں اس بارہ میں گفتگو نہ کرنا ہی گفتگو کرنے سے بہتر تھا لیکن اس محل پر اس کے جواب سے چشم پوشی کرنا طول کلام کی طرح ناخوشگوار سمجھ کر اس قطعہ پر اکتفا کی جو کہ بزرگانِ دین میں سے کسی بہت بڑے شخص کا کلام ہے۔ میامن و برکات

قطعہ

کہا اللہ کو صاحبِ اولاد۔ اور کاہن نبی ٹھیرایا
جب یہ دونوں زبانِ خلقت سے بچے تو پھر میری ہستی کیا۔

الحمد للہ کہ تخلیق و ایجاد کی صبح کے نمودار ہونے اور سلطنتِ مسعود کے آفتاب کے نور کے پھیلنے کی ابتدا ہی سے ملت و دین کا درست طریقہ اور حق و یقین کی سیدھی راہ ہمیشہ ہماری منظور نظر رہی۔ بالضرور الملک والدین توامان (بادشاہی اور دین ہمزاد ہیں) یعنی ایک حمل سے دو فرزند ہیں۔ مراد یہ کہ جسطرح دو جڑواں بچوں کا مزاج ایک ...

ہوتا ہے۔ اور اکثر صحت و علالت کی حالت میں شریک رہتے ہیں۔ لہذا جس کسی کا ملک محفوظ ہے۔ اس کا دین بھی غیر مذہب والے بادشاہوں کے غلبہ سے محفوظ ہے۔ یا یہ کہ جو کوئی اپنے دین پر قائم ہے اُسکا ملک بھی قائم ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ آردشیر بابکاں کا قول ہے۔ جو کہ ایک مشہور بادشاہ گذرا ہے۔ کے مضمون کے مطابق سلطنتِ ہمایوں کے درجات کی ترقی اور روز افزوں دولت افزوں دولت کے جھنڈوں کی بلندی ہماری غایت دینداری کی زبردست اور بیّن دلیل ہے۔ اللہ تعالےٰ سب کو اپنی رضا طلبی میں مستقل خیال اور ثابت قدم رکھے اور چونکہ عادل بادشاہ جو کہ بزرگی کے تختوں کے صدر نشین ہیں۔ ان کا تمامی ارادہ یہ ہوتا ہے۔ کہ علامہ خلائق جو کہ خدائے بے نیاز کی نادر امانتیں ہیں۔ امن و امان کے گہواروں میں رہ کر خدا کی عبادت اور ربادشاہوں کی خیر خواہی کے ساتھ حصولِ معاش کے لوازمات میں انتہائی کوشش کریں۔ لہذا میں، اس مدت میں اُن وسیع ملکوں کے نظم و نسق میں کوشش کرتا رہا جو کہ اتنے بہت والاشان بادشاہوں اور عالی مرتبت حاکموں کا قرارگاہ ہے اور خدا کی عنایت سے جو درگاہِ الٰہی کے اس نیازمند کے شامل حال تھی۔ ان ملکوں کی مہمات کے سر انجام سے بالکل فراغت حاصل ہوگئی وہ جگہیں اور وہ مقام کہ اسلام کے آفتاب کے طلوع ہونے کے زمانہ سے لے کر آج تک کشور کشا سلطانوں کے گھوڑوں کے سُم اور فرمانروا بادشاہوں کی تلواروں کی چمک وہاں نہ پہنچی تھی۔ ایمان والوں کے مسکن بن گئے۔ اور کفاروں اور گمراہوں کے عبادت خانے اور پرستشگاہیں اہل یقین (اہل اسلام) کی مسجدیں اور عبادت گاہیں بن گئیں۔ پاک اور برتر خدا کا احسان ہے۔ کہ حسبِ خواہش انتظام ہوگیا۔ اور منشا کے مطابق کام سر انجام پاگیا۔ ہنود وغیرہ کے لشکر کے سارے سردار اور سرکش لوگ ہماری اطاعت کا حلقہ اپنی عقیدت مندی کے کان میں پہنکر ہماری فوج ظفر موج میں داخل ہو گئے۔ اور مخلوق کے گروہوں میں باہم نہایت ربط ضبط پیدا ہوگیا۔ اور ہم بھی احسن کما احسن اللہ الیک (تو بھی ویسی ہی نیکی کر جیسی خدا نے تیرے ساتھ کی) کے مضمون کے مطابق ساری توجہ مہربانی کے قاعدوں کے جاری کرنے معدلت کی بنیادیں رکھنے اور نوازش کے نور کے پھیلانے میں صرف کرکے ان کی اُمیدوں اور آرزوں کے باغوں کو اپنے فیض و کرم کے بادلوں کی بوندوں

اور اپنے فضل و عنایت کے ابر کے قطروں سے سرسبز و شاداب رکھتے ہیں۔ اور یہ امر ہماری خاطر
فیاض کے مدنظر رہا ہے۔ کہ جب ان مہمات سے پوری پوری فراغت حاصل ہو جائے تو خدا
کی عنایت اور ازلی ہدایت کی رہنمائی سے فرنگستان کے کفار کہ جنہوں نے بحر ہند کے جزائر
میں پہنچکر فتنہ و فساد برپا کر رکھا ہے۔ اور حرمین شریفین (مکہ معظمہ و مدینہ منورہ خدا دونوں کا مرتبہ
بڑھائے) کے زائروں پر ظلم و ستم کا ہاتھ دراز کیا ہے۔ اور کثیر تعداد میں اکٹھے ہو کر حاجیوں اور
سوداگروں کا راستہ روکتے ہیں۔ تائید الہی سے خود متوجہ ہو کر (ان کے ظلم و ستم کے) کوڑے
کرکٹ سے اس راستہ کو پاک و صاف کر دئے۔ لیکن چونکہ سنا جاتا ہے۔ کہ عراق کے بعض سرداروں
نے اپنے آقا سے منحرف ہو کر حسن عقیدت کے رشتہ محکم سے جو ان کے لئے اعلےٰ مرتبوں پر پہونچنے کا
ذریعہ تھا۔ سرتابی کر کے بعض ناشائستہ حرکتوں کا ارتکاب کیا ہے۔ لہذا ہمارے حق شناس
دل میں یہ بات آئی۔ کہ ان نامدار کامگار فرزندوں میں سے ایک کو اس طرف متعین کریں۔
جن کے حال کی پیشانی سے سعادت مندی کی چمک نمایاں اور جن کے اقبال کے طالع کے
زائچہ سے راست کرداری کے آثار ہویدا ہیں۔ اور جب تک ان کی امداد سے دل کو اطمینان نہ
ہو جائے ہم دوسرے کام کی طرف متوجہ نہ ہوں۔ ان دنوں جب کہ سلطان روم اپنے باپ دادا
کے عہد و پیمان کو معدوم خیال کر کے والئ عراق کی ظاہری کمزوری کو دیکھ کر کئی مرتبہ لشکر کشی
کر چکے ہیں۔ قطع نظر اس سے کہ وہ (شاہ ایران) سنت و جماعت کی شاہراہ سے منحرف ہیں۔
اُن کے محض خاندان نبوت کی اولاد سے نسبت رکھنے کے سبب ہم خود متوجہ ہو کر اعانت کریں
خاصکر جب کہ بزرگوں کے تعلقات کا لحاظ مدنظر ہو۔ بالخصوص اس وقت جبکہ سنا جاتا ہے۔ کہ
والئے ایران نے ہمدان اوغلی کو تحفوں اور ہدیوں ہمیت استعانت و امداد کی غرض سے روانہ
کیا ہے۔ ہماری بلند ارادہ ہمت پر واجب اور لازم ہے۔ کہ ارادہ کی باگ عراق و خراسان کی
طرف پھیر دی جائے۔ دل میں یہ خیال آتا ہے کہ چونکہ اس قرابت پناہ سلطنت دستگاہ
(یعنی آپ) سے قدیم الایام سے محبت و یگانگت کا تعلق ہے۔ اور سیادت پناہ میر شریف کے
ہاتھ محبت نامہ کے ارسال کرنے سے دوستی کے مراسم اور یکجہتی کے رواسم از سر نو مضبوط ہو گئے
ہیں جس وقت کہ خراسان کی حدود میں ہمارے اقبال کے سراپردے نصب ہوں۔ اور عزو

جلال کے خیمے لگائے جائیں۔ وہ سلطنت پناہ بھی اپنی سلطنت سے روانہ ہو کر ان اطراف میں
تشریف شریف لے آئیں۔ تاکہ وہ سرزمین بزرگی اور بہتری کے دو دریاؤں کا سنگم اور عزوشان
کے دو سعد ستاروں کا مطلع بن جائے۔ (زہرہ ومشتری چونکہ سعد اکبر ہیں لہذا انہیں سعدین
کہتے ہیں۔ اور زحل ومریخ چونکہ نحس اکبر ہیں لہذا انہیں نحسین کہتے ہیں) اور پیام و پیامی کی
وساطت کے بغیر روبرو محبت اور دوستی کی بنیاد مضبوط تر بنا کر بعض دلاویز باتیں اور حقیقت کے
بھید جو دل میں جاگزیں اور پوشیدہ ہیں۔ اور خداشناسی اور حق پرستی کی شرح جو اپنی استعداد
کے موافق فیاض علی الاطلاق کے فیض سے (بندہ نے) دریافت کی ہے۔ مجلس محبت میں بیان نکتہ
کریں۔ اور اللہ تعالٰی کی بہترین حقیقتیں اور دانشمندی کی خوشترین باریکیاں جنہوں نے
کہ اُس شوکت پناہ کی خاطر عاطر پر پرتو ڈالا ہو (راقم) وہ بھی سنے۔ اس لئے کہ زندگانی کا خلاصہ
اور مقصود وری کا لب لباب انسانی کالبدوں کی صحبت اور روحانی جسموں کی موانست ہے۔
پس جب کہ خدا کے دو برگزیدہ بندوں اور بارگاہ الٰہی کے دو نظر کردوں کے درمیان یہ معاملہ
ہو تب تو کیا ہی کہنا۔ بالیقین یہ امر فیض و کمال کے حصول کا سبب ہوگا۔ اور خدا کی مہربانی
سے جس وقت یہ آرزو وقوع میں آئے تو چونکہ خدا کے نظر کردوں اور شرف یافتوں کی ہمت
رضائے الٰہی کے حاصل کرنے میں مصروف ہے نہ کہ نام آوری اور لوگوں پر اپنا سکہ بٹھانے
میں لہذا ہماری خاطر حق جو میں یہ امر جاگزیں ہے۔ اور امید کہ آپ کا منشا بھی یہی ہوگا کہ
(ہم دونوں میں سے) جس کسی میں حق شناسی اور حق طلبی زیادہ ہو وہ دوسرا اس کی رضاجوئی کو لازم
جان کر انتہائے یکجہتی کے مرتبہ پر فائز ہو کر اسی کی صلاح سے باز نہ رہے (یعنی جو زیادہ عارف
باللہ ہو۔ دوسرا اس کی بیعت کرلے) اور اب جبکہ (ہماری آپ کی) دوستی اور اتحاد کے تعلقات
عالم آشکارا ہو چکے ہیں تو عراق وخراسان کے بادشاہ کی امداد وکمک کے بارہ میں جو کچھ
ہماری آپ کی مصلحت ہوگی باطن کے کمین گاہ سے عالم ظہور میں آئے گی اور فرزند
شاہرخ مرزا کے قضیہ کے بارہ میں جو معذرت محبت نگار قلم سے تحریر میں آئی تھی
ہماری انصاف مند طبیعت کو بہت پسند آئی۔ واقعی کمسنی اور خود رائی کے سبب
اُس سے کوتاہ عقلی اور بُرے لوگوں کی ہمنشینی کے باعث اتنی ناشائستہ حرکات

سرزد ہوئی تھیں کہ ان میں سے ہر ایک اس امر کی متقاضی تھی۔ کہ اس کی حالت اس درجہ تک پہنچے
اس لئے کہ اول تو بعض کوتاہ اندیشوں کے بہکانے سے ہماری اطاعت کے لوازم اور ہماری
فرمانبرداری کے مراسم کی بجا آوری میں بہت کوتاہی کی دوسرے اس شوکت پناہ (یعنی آپ) کے
ساتھ بے ادبی سے پیش آیا کیونکہ اس اتحاد و یگانگت سے قطع نظر جو ہمارے اور اس والا جاہ
(یعنی عبداللہ خاں) کے درمیان ہے۔ اپنی حالت اور مرتبہ کے لحاظ سے بھی وہ (آپ سے) کوئی
نسبت نہیں رکھتا ہے۔ تیسرے اپنے دادا کے ساتھ جو اس پر بہت سے دینی و دنیوی حقوق رکھتا
تھا۔ ایسا (نازیبا) سلوک کیا۔ اس کو جو سزا ابھی ملی وہ القائے ربانی اور الہام یزدانی کی قسم سے
تھی۔ اب جبکہ وہ غفلت کی نیند سے بیدار اور غرور کی مستی سے ہشیار ہو کر ہماری مہربانی کی پناہ میں
آگیا۔ اور اُس کے دستہ محکم کو تھام لیا۔ تو سوائے اس کے کہ عنایتوں اور نوازشوں سے اُس کو شرف
اعزاز بخشیں۔ اور کوئی بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ اور اس شوکت پناہ کی محبت و یگانگت کے مراسم
سے یہ توقع ہے کہ اسکے قدموں کی لغزشوں (یعنی خطاؤں) سے چشم پوشی کریں۔ اور دوستی کی بنیادوں
کی استواری اور یکجہتی کے تعلقات کی مضبوطی کی غرض سے فیض و حکمت پناہ۔ خیر طلب مقربوں
میں سے چیدہ کار آگاہ رازداروں میں سے عمدہ (یعنی) حکیم ہمام کو جو کہ سچے مخلص اور خوش کردار
ارادت مند ہیں۔ اور ابتدائے ملازمت سے وہ ہمارے مقربان بارگاہ میں داخل ہیں اور ان کی
علیحدگی کو ہم نے کسی عنوان گوارا نہیں کیا تھا۔ بطریق سفارت روانہ کر دیا۔ چونکہ ہماری خدمت
میں اُنہیں یہ مرتبہ حاصل ہے۔ کہ مطالب کو براہِ راست ہمارے گوش اقدس میں پہنچاتے ہیں
اگر آپ کی محفل مبارک میں بھی ان کے ساتھ یہی طریق روا رکھا جائے تو گویا ہمارے آپ کے
درمیان براہِ راست گفتگو ہو جائے گی۔ اور غفران (مغفرت) پناہ۔ داروغہ جنت کی سعی مقدرت
رکھنے والے۔ اسکندر خان انار اللہ برہانہ۔ (خدا ان کی دلیل کو روشن کرے) کا پُرسا دینے کے
لئے ہم نے سیادت مآب (یعنی وہ شخص جس کی جائے بازگشت سرداری ہے)
سنودگی کے سرمایہ۔ میر صدر جہانکو جو بہت بڑے سادات کرام اور اس ملک کے زبردست
پرہیزگاروں میں سے ہیں مقرر کر دیا تھا۔ اور یہ امر بعض وجوہ سے معرض تاخیر میں پڑا ہوا تھا۔ اس
وقت حکیم صاحب موصوف کے ہمراہ (انہیں بھی) روانہ کر دیا۔ اور کچھ تھوڑے سے ہدیے اور

تحفے۔ عمدہ خاصان بارگاہ محمد علی کی تحویل میں تفصیل کے مطابق علیحدہ ارسال گئے ہیں مناسب ہے کہ حدیث روشن تھادوا وتحابوا (ایک دوسرے کو ہدیے دو تاکہ باہم دوست ہو جاؤ) کے مضمون کے مطابق عمل کر کے ہمیشہ دونوں طرف سے ایلچیوں کے بھیجنے اور ایک دوسرے کو سوغاتیں روانہ کرنے کا طریقہ جاری رہے۔ فرغانہ سے پری پرواز کبوتروں کے طلب کرنے اور بھیجنے کے سبب اور حبیب کبوتر باز کے آنے کے باعث ہمارے شوق کا فویشان پرندہ خوشی سے اُچھلنے اور پر پھڑ پھڑانے لگا اور ہمارے نفس ناطقہ نے محبت اور دوستی کی خوشبوئیں سونگھیں۔ اگرچہ ان مٹھی بھر پرندوں کی طرف توجہ پہلی نظر میں کھیل تماشہ سے زیادہ نہیں معلوم ہوتی لیکن غور کرنے پر ان کا چکر کاٹنا اور اڑنا عاشقان الٰہی کے ذوق و شوق اور وجد و حالت کو یاد دلاتا ہے۔ اور اللہ جل شانہ کی طرف توجہ کا سبب ہوتا ہے۔ ورنہ خداوند عالم دلوں کے بھیدوں کا جاننے والا ہے کہ کبھی کبھی اس قسم کے امور میں ظاہری مصروفیت اللہ جل شانہ کیطرف انتہائے توجہ پر ایک حجاب سے زیادہ نہیں ہے۔ اور ہمارا حق اندیش دل محض ظاہری پر و بال پر اکتفا کرنے والا نہیں۔ امید کہ ہمیشہ محبت کے بزرگ صحیفے اور دوستی کے گرامی نامے بھیجکر اخلاص کی سلسلہ جنبانی کرتے اور اختصاص (خصوصیت) کی بنیادیں رکھتے رہیں۔ شعر

خط کا ہے اختصاص پر اتمام — پہونچے میرا سلام با اکرام

عبداللہ خاں اُوزبک والئے توران کے نام۔ جواباً

اتحاد و یکدلی کے چمن زار کے اس گلدستہ کی خوشبو وہی (استشمام و استطلاع سے مراد مضمون خط سے آگاہی پانا ہے) جو اُس عالی تبار۔ مبارک خاندان والے۔ تاج و تخت کی آبرو بڑھانے والے۔ عقل و دانش کے چہرہ سے نقاب اٹھانے والے۔ فرمانروائی کے صدر مقام پر بیٹھنے والے۔ سپہ سالاری کی حالت میں ہیش بیش رہنے والے۔ شجاعت اور جوانمردی کی جنگ گاہ کے سپہ سالار۔ مردانگی اور تہور کی جولانگاہ کے شہسوار۔ عدالت گستری کی ولایت کے کامیاب حکمران۔ دانش پروری کی دنیا کے نامور سلطان۔ سرداری کا چراغ روشن کرنے والے اور کیانی (منسوب بکیان یعنی شاہنشاہاں۔ یہ چار بادشاہ کیکاؤس۔ کیقباد۔ کیخسرو۔ کے لہراسپ کیان کہلاتے ہیں) چھتر لگانے والے کی دوستی کے چمنستان کے باغبانوں کا تیار کیا ہوا اور

دور اندیشی و دانش مندی کے نگارستان کے اس مرقع کی اطلاع بخشی جو آں ممدوح کی
دل افروزی اور فرح بخشی کے تصویر خانے کے نقاشوں کا مرتبہ تھا۔ اس خوشترین وقت میں
جبکہ نوروز کے نقارہ نے عالم افروزی کا غلغلہ آسمان کے لاجوردی گنبد میں بلند کیا گیا۔ اور
دنیا کو نعمتیں بخشنے والے بزرگ ترین ستارے یعنی آفتاب عالمتاب نے جو ایام کی چار بالش
(مسند) (باعتبار فصول اربعہ یعنی صیف وشتا۔ ربیع و خریف) کا شہریار اور عناصر اربعہ (یعنی
آب و آتش۔ خاک و باد) و اجرام ثلاثہ (یعنی ثوابت و سیار و ذوذنب یا موالید ثلاثہ) کی ہفت
اقلیم کا فرمانروا ہے جز و کل کے سر پر مبارکی اور خجستگی کا سایہ ڈالا تھا۔ اور ہوائے بہار نے مٹی
پانی کے شہروالوں (یعنی پودوں اور درختوں وغیرہ) کے (بیجان) قالبوں میں روح نباتی
(اہل تحقیق کے نزدیک روح کی تین قسمیں ہیں۔ روح حیوانی۔ روح نباتی۔ روح جمادی)
پھونک دی تھی۔ اور ایام بہار کے ابر نے لشکر بہار کے نئے (منزل پر) پہونچنے والوں (یعنی
سبزۂ نودمیدہ) کے پاؤں سے راستہ کی گرد کو دھوڈالا تھا۔ سرور و انبساط کے سرمایہ بنی
اور مسرت و فرحت بخشی۔ دوستی کی بنیاد از سر نو بلند ہو گئی۔ اور ضابطہ اتحاد نے جدید سرفرازی
حاصل کی۔ دوستی۔ اپنایت۔ یگانگت اور خیر اندیشی کے دلپسند کلام جو خامہ عنبر بُو سے تحریر
ہوئے تھے۔ اور قلم جواہر رقم سے لکھے گئے تھے۔ واضح ہوئے۔ آپ کے دانش پسند
دل پر جو اسرار ایزدی کا خزینہ ہے۔ اور آپ کی چشم فلک منظر سے جو دانائی کے چہرے کا آئینہ
ہے۔ پوشیدہ نہ رہیگا کہ بارگاہ صمدیت کے اس نیازمند نے اپنے دورِ حکومت کے
اس تیس سال کے اثناء میں جیسے کہ تائید غیبی سے اورنگ سلطنت پر فائز ہوا ہمیشہ یہ
بات دانش و بینش کے مد نظر رکھی ہے۔ کہ یہ جملہ امور یعنی ملک گیری و حکمرانی۔ نبرد آزمائی اور
کشور کشائی۔ چوپانی کے مراسم کی بجا آوری اور پاسبانی کے لوازم کی انجام دہی کے لئے
ہے نہ کہ سونے چاندی کے خزانے جمع کرنے تخت و تاج کے سنوارنے۔ بیجا آرزؤں میں
منہمک اور ناپایدار خواہشوں میں پھنسے رہنے کے لئے۔ چنانچہ دوست و دشمن اور اپنے پرائے
کے لئے خیر اندیشی اور ہوا خواہی کے سوائے کبھی کوئی اور خیال (ہمارے) دل میں نہیں آیا۔
اور ہمیشہ بلا امتیاز خرد و بزرگ تمامی اہل عالم کی بہبودی اور بلا استثناء قریب و بعید دنیا بھر

کے لوگوں پر مہربانی کرنے میں کوشاں رہا۔خدا جانتا ہے کہ خود غرضی اور خود مطلبی کی بناء پر مملکتِ ہندوستان کو اغیار سے پاک اور اُس چمنستان کو جو تین طرف سمندر سے ملحق ہے۔کوڑے کرکٹ سے صاف نہیں کیا ہے۔بلکہ عاجزوں پر نوازش فرمائی۔اور ظالموں کی بیخ کنی کے علاوہ اور کوئی امر ہماری آرزو کے ملحوظ خاطر نہیں رہا۔اور اسی نیک نیتی کے باعث جدھر رُخ کیا بڑے بڑے دشوار کام نہایت سہولت سے انجام پا گئے۔اور آرزو کا چہرہ اُمید کے پردہ سے اچھی طرح نظر آنے لگا (یعنی خواہشات نے توقعات کی صورت اختیار کرلی۔آرزو محض خواہش کا نام ہے۔اور اس کا پورا ہونا لازمی نہیں۔لیکن امید آرزو کی اُس حالت کا نام ہے۔جبکہ اُس کا پورا ہونا بظاہر ممکن اور یقینی معلوم ہو) خدا کے اور بندوں کے ساتھ جب ہمارا حسن سلوک اس روش پر ہو تو پھر اُس عالی تبار کے ساتھ جو بارگاہِ ایزدی کے بڑے رسائی رکھنے والوں میں ہیں۔اور معہذا دیرینہ دوستی کا رابطہ اور قریبی رشتہ داری کا واسطہ بھی ہو۔باریک بین داناؤں پر ظاہر ہے۔کہ ان تعلقات میں سے ایک بھی اتحاد و یگانگت کے لئے کافی ہے۔اور جبکہ یہ سب ایک جگہ جمع ہو جائیں۔تو ظاہر ہے کہ فیمابین دوستی ہی دوستی ہوگی اور یہ اتحاد و یگانگت معموری عالم اور اہل زمانہ کے باہمی ارتباط کا ذریعہ ہوگی۔مکاتیب عالی کے دیر میں ارسال کرنے اور مراسم دوستی کے عدم اظہار کے متعلق جو عجیب و غریب مواقع کا آپ نے کنایتہً اظہار کیا تھا۔وہ جیبوں کا تیوں پوشیدگی کے پردہ میں چھپا رہا۔اس لئے کہ دشمنوں کے سبب آپ کا تردّد و انتشار اور زمانہ کے سرکشوں کے ساتھ ہنگامۂ کارزار کس طرح (آپ کو) اس امر (یعنی عدم ترسیل خطوط و اظہار لوازم دوستی) پر مجبور کر سکتا ہے۔چند تذ سخن سازوں اور بدسرشت بدنصیبوں کا جھک مارنا۔**نظم**

کچھ ایسے بے خبر اپنی نہیں ہے جن کو خبر
پسند عیب جو کرتے ہیں برخلافِ ہنر
دھواں نہیں جو کسی کے دماغ تک پہنچیں
تاکہ اُسے اچھی طرح پریشان کر سکیں)
ہوا نہیں جو کہیں وہ چراغ تک پہنچیں
(تاکہ اُسے یقینی طور پر بجھا سکیں)

جنھوں نے اپنے بے بصیرتی اور کج فہمی کے سبب مکر و فریب سے یہاں ربط ضبط پیدا

گزارش

کرلیا تھا۔ اور بھولے بھالے ناواقفوں کی ایک جماعت کو منحرف کرکے بے سروپا الزامات ہمارے سر تھوپے ہیں (کیا حقیقت رکھتا ہے اور) اور کس طرح امر مذکور کا مقتضیٰ ہوسکتا ہے۔ اس لئے کہ جن لوگوں کو خدا نے ذرا سی بھی عقل دی ہے۔ ان پر اس تبہ کار جماعت کا سفید جھوٹ ظاہر ہے۔ اور اس عالی تبار کو جو کہ بارگاہ ایزدی کے منتخب لوگوں میں سے ہیں۔ اور جن کی باریک بینی اور دوراندیشی سب پر ظاہر ہے۔ بھلا یہ امر کہاں تک مناسب ہے کہ ان لچر پوچ باتوں کی طرف ملتفت ہوکر دوستانہ خط و کتابت سے باز رہیں۔ اور اگر دربار کے نکالے ہوئے چند بے بس گمراہ لوگ (مراد عبد النبی و مخدوم الملک وغیرہ جو اکبر سے آزردہ ہوکر عبداللہ خاں کے پاس چلے گئے تھے اور یہ بیان کیا تھا کہ اکبر دین اسلام سے پھر گیا ہے) ہندوستان سے آزردہ دل ہوکر چلے گئے ہوں۔ اور فریب دہی پر آمادہ ہوکر جھوٹ کو سچ ظاہر کرکے یہ چاہیں کہ اس طرح آپ کے دربار میں لب کشائی کا موقعہ پائیں۔ اور زبان کھولنے کی تمنا کریں۔ اور اس امر کے آرزومند ہوں کہ دوستی کا دامن (باہمی کبیدگی کے) گرد و غبار سے آلودہ ہو جائے۔ اور یگانگت کا چشمہ غیریت کے کوڑے کرکٹ سے ہٹ جائے تو مراسم دوستی اس امر کے مقتضیٰ تھے کہ سمجھدار ایلچی بھیجکر بات کی تہ کو پہنچتے اور (اس بے بنیاد خبر کی) اصل حقیقت سے آگاہ ہوتے۔ خدانخواستہ اگر بے سروپا لغویات کا شائبہ پاتے تو پھر شیوہ دوستی کا مقتضیٰ یہ تھا۔ کہ متدین دانشمندوں کو بھیجکر اس معاملہ کی کیفیت نفس الامری دریافت کرتے۔ خیر جو ہوا سو ہوا۔ اب چونکہ چمنستان دوستی از سر نو سر سبز و شاداب ہوگیا۔ ہمارا صاف دل اس پر آمادہ ہوا کہ گذشتہ واقعات میں سے کچھ قلم راز سے تحریر کرے۔ واضح ہو کہ قرآن و حدیث کے آفتاب و ماہتاب سے داناؤں کے قلوب پر یہ امر ہویدا ہوگیا اور اہل اللہ اور علما کے اشارے اور گہری فکر کی گواہی سے اس کی تائید ہوگئی۔ اور ان سب باتوں کے باوجود تمامی مذاہب حقہ و باطلہ نے متفقہ طور پر اس کو تسلیم کرلیا کہ انسان جس کی اقبالمندی کا فرمان فضلناھم علی کثیر ممن خلقنا (ہم نے ان کو یعنی انسان کو اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت بخشی) کے بزرگ نشان سے آراستہ ہے۔ اس کی نوع گرامی کے مرتبہ کی بلندی اور رتبہ کی بزرگی کے بہترین اسباب میں سے عقل کا گوہر شبچراغ

ہے اس لئے کہ معرفت ایزدی اور کارخانۂ تکوین کی معلومات اسی سے متعلق ہے۔ علما، حکما سب
کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ بزرگ طبیعت بادشاہوں اور عالی گوہر شاہنشاہوں کا یہ گوہر شب
چراغ (رات کو چمکنے والا موتی یعنی عقل) سب سے زیادہ آب و تاب رکھتا ہے
اور بلند اقبال فرمانرواؤں اور دانشمند نصیبہ وروں کی دانائی سب سے زیادہ ہوتی ہے۔ اس
لئے کہ جب (کارکنانِ قضا و قدر) پیدائش کے کارخانہ میں ہر شخص کو اس کی ضرورت اور
لیاقت کے مطابق عقل دیا کرتے ہوں گے۔ تو ضرور یہ بزرگ ترگروہ (یعنی بادشاہ) دانشوری
اور تیزیٔ ذہن کی زیادتی کے ساتھ موصوف ہوگا۔ اب صاحبِ دانش و بینش مولانا مرزا جان
نامور ہوشمندوں کے سرگروہ۔ زمانہ کے استادوں میں یکتا۔ زبردست علمائے دین اور عارف
باللہ لوگوں میں سے ہیں۔ اگرچہ دانشمند فرمانرواؤں کو اس قسم کے لوگوں کی صحبت میں رہنا تو ضرور
چاہیئے۔ لیکن یہ بھی ظاہر ہے کہ جس مقام پر اس والا مرتبہ کی دور اندیش سمجھ اور خداداد عقل
پہونچے گی۔ مولانائے موصوف کے فہم کو وہاں تک رسائی نہ ہوگی۔ اور چونکہ اس دُرِ یکتا (یعنی
عقل) کے مالکوں کی ذات پر واجب ہے۔ کہ اس بے بہا یاقوت (یعنی عقل) اور بزرگی کی
انگشتری کے اس فیروزہ (یعنی عقل) کو بیکار نہ پڑا رہنے دیں۔ اور ہمیشہ دنیا و آخرت کے معاملات
میں اس سے مدد لیتے رہیں۔ بالخصوص ایسے سیاہ قلب عالموں اور کور باطن بدکرداروں سے
ملتے وقت جن کی آنکھیں جاہ و اقتدار اور کبر و غرور کے لئے کاغذ پر لگی ہوئی ہیں (یعنی مطالعہ
میں منہمک ہیں) اور آسمانی فرمان اور ابدی فرقان کو جو خدا کا بھیجا ہوا اور رسول کا پہنچایا ہوا ہے
صراطِ مستقیم سے پھیر کر دوسرے طریق پر ظاہر کرتے ہیں۔ اور قرآن کی مجمل اور صریح آیتوں
کی تحویل کر کے اور کچھ کا کچھ مطلب ظاہر کر کے یہ چاہتے ہیں کہ حکمرانی اور کارفرمائی میں بادشاہ کے
شریک بن جائیں۔ اس بنا پر ہمارا دانش گزیں دل ہمیشہ ان باتوں کے حاصل کرنے میں مساعی
رہتا ہے۔ جو خدا کے نزدیک پسندیدہ ہیں۔ چونکہ ہر معاملہ میں بہت سے اختلافات ہمارے
گوش مبارک میں پہونچتے ہیں۔ لہٰذا علمی اور عملی مطالب میں (ہمارا دل) دلیلیں اور ثبوت
طلب کرتا ہے۔ اور ہمیشہ دینی مسئلوں کی باریکیوں کا حل چاہنا۔ مجتہدوں کے مقاصد کا
سلجھانا۔ متقدمین کے عقاید اور متاخرین کے اقوال کے ماخذوں کا سمجھنا۔ اختلافی مقامات کی

مستنبطات ماخذ

جستجو۔ نزاعی موقعوں پر اختلاف کا وہ ماخذ تلاش کرتا ہے۔ جو ایک ہزار برس سے علمائے اسلام
کے درمیان متنازعہ فیہ چلا آتا ہے۔ جیسی کہ بڑی بڑی مروجہ کتابوں میں اس کی (یعنی منشائے
خلافت کی) تفصیل مندرج ہے۔ اور ابتدائی حالت ہی میں اس قسم کی گفتگو ان نادانوں کے
معاملات کی بے رونقی اور سرد بازاری کا باعث ہوئی ہے۔ جنھوں نے مکروفریب سے دانشوروں
کے لباس میں ظاہر ہو کر کافی اعتبار پیدا کر لیا تھا اور اُن دانشوروں کے بروئے کار آنے
اور معتبر بن جانے کا سبب ہوئی ہے جو پہلے گروہ کی بدذاتی کے باعث گمنامی کے گوشوں میں
پڑے ہوئے تھے۔ اور یہ بظاہر دانشمند معلوم ہونے والے جاہل اپنی بدطینتی اور زشت نہادی
کے سبب خود منفعل اور منحرف ہو کر بعض ناسزا باتوں کو مشہور کر کے بنگالہ کے ان چند امیروں کو
بہکانے کا باعث ہوئے ہیں۔ جو ہندوستان کے مشرقی صوبوں کے اطراف میں متعین تھے۔ اور
بدسرشتی اور کج نہادی کے سبب بغاوت کے ارادہ نے ان کے دماغ کے جوہر کو فاسد کر دیا
تھا۔ اور ایک مدت تک دربار سے دور رہ کر دربار میں حاضر نہ ہونے کا حیلہ اور بغاوت کا وسیلہ
ڈھونڈ رہے تھے۔ چنانچہ یہ بدبخت کبھی دعویٰ خدائی اور کبھی دعویٰ پیغمبری کو ہماری جانب
منسوب کر کے اپنے آپ کو مصیبت کے بھنور اور بلائے دریا میں ڈال کر خاص و عام میں بدنام
ہو گئے۔ اور ذلت کی خاک اور انفعال کی دھول اپنے سر پر ڈال کر دارالبوار (یعنی خانہ ہلاکت مجازاً
جہنم) راہئی دوزخ ہوئے۔ در حقیقت خدائے عزّوجل کے دربار تقدس کو ممکنات کے کوڑے کرکٹ
سے کیا نسبت (یعنی کجا خالق کجا مخلوق) (چہ نسبت خاک را با عالم پاک) اور نبوت کے خیمۂ عصمت
میں خواہشات نفسانی کی رسی سے جکڑے ہوئے لوگوں کا کیا تعلق (یعنی کہاں ایک معمولی انسان
اور کہاں ایک پیغمبر ذیشان) تعجب ہوتا ہے کہ (آپ جیسے صاحبان اقبال کی مجلسوں میں جو خداوند
عالم کے تائید یافتہ لوگوں میں سے ہیں۔ اس قسم کے امور شک و شبہ کے طور پر بھی کیوں
معرض بحث میں آنے پاتے ہیں۔ اور لغو گو کمینوں کو کس لئے ان باتوں کی اجازت مل جاتی ہے
خدا گواہ ہے کہ چونکہ ہماری تمامی ہمت رضائے الٰہی کے حاصل کرنے میں مصروف ہے۔ لہٰذا منافقوں
کی مذکور الصدر باتوں سے ہماری طبیعت کا چشمۂ شیریں (دشمنی سے) غبار آلود نہیں ہوتا۔ نمی یابد
اس لئے کہ جب خداوند عالم کی ذات نادان کوتاہ فہموں کی طعنہ زنی سے نہ بچی ہو اور پیغمبروں نے

بھی بد اطوار احمقوں کی ملامت سے نجات نہ پائی ہو تو دیگر بندگان خدا کو اس سے کیا اندیشہ اور بدنامی کا کیا خیال۔ اللہ کا شکر و احسان ہے۔ کہ احکاماتِ خداوندی اور ارشاداتِ نبوی ہمیشہ ہماری عقل و خرد کے ملحوظ خاطر رہے ہیں۔ اور (ہمارے) مبارک نصیب کی روز افزوں ترقی کافی طور پر شاہد حال ہے۔ اللہ تعالےٰ سب کو اپنے پسندیدہ کاموں کی انجام دہی میں مضبوط خیال اور ثابت قدم رکھے۔ اور چونکہ عادل بادشاہوں کا تمامی ارادہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی رضا جوئی اور خلائق کی بہبودی کے خیال میں رہ کر وہ طریقہ اختیار کریں۔ کہ خلق خدا شریر لوگوں کی آزار رسانی سے محفوظ رہ کر اطمینان کے ساتھ عبادت الٰہی کے لوازم کا سر انجام کر سکے اور بادشاہ کی خیر خواہ رہکر اپنے دنیاوی کاروبار کو انجام دے سکے۔ اس بنا پر تمام رعایا اور عام خلقت کی بہبودی کے لئے جو خداوند عالم کی نادر امانتیں ہیں اس تیس برس کے دوران میں ہندوستان کی سر زمین کو (دشمنوں اور سرکشوں سے) پاک و صاف کرنے میں اس قدر سعی کی گئی۔ کہ بہت سے فرمانروا راجاؤں اور نالایق سرکشوں سے بہت سے مستحکم مقامات حاصل ہو گئے۔ اور جیسا چاہیئے تھا مکمل طور پر اُس کا سر انجام ہو گیا چنانچہ بے دین ہندوؤں کے بت خانے خدا پرست درویشوں کی خانقاہیں بن گئے۔ اور بُت پرستوں کے سنکھ کی آواز کے بجائے اللہ اکبر کی صدا بلند ہو گئی۔ اور تمام دنیاوی امور خاطر خواہ انجام پا گئے۔ اور حسب منشا ان کا انتظام و انصرام ہو گیا اور تمام سرداروں اور مغروروں نے ہماری غلامی کا پٹکا اپنی جان کی کمر پر کس لیا اور ہماری فرمانبرداری کا حلقہ عاجزی کے کان میں پہنکر ہماری فوج ظفر موج میں داخل ہو گئے اور ان تمام مختلف الحیثیت (باعتبار مذہب و معاشرت) لوگوں میں باہم اتحاد پیدا ہو گیا اور ہم نے بھی نیازمندی کی پیشانی خاکساری کی زمین پر رکھ کر اور امید کا سر بارگاہ ایزدی میں جھکا کر اُن لوگوں کی تمنا کے چمنستان کو بخشش و کرم کے چشمہ سے سر سبز و شاداب بنا دیا۔ یہ امر ہمارے ملحوظ خاطر تھا کہ جب اس کاروبار کا انتظام و انصرام ہو جائے تو بدبخت فرنگیوں پر جنہوں نے بحر ہند و عرب میں آکر شورش برپا کر رکھی ہے۔ اور ساتوں ولایت کے بحری مسافروں کے لئے سنگِ راہ (موانع) بن گئے ہیں۔ بالخصوص حرمین شریفین (مکہ مدینہ) زادہما اللہ شرفاً (خدا ان دونوں کا شرف زیادہ کرے) کے زائروں (یعنی حجّاج) کو سخت اذیت پہنچاتے ہیں۔

خود حملہ کر کے اُس راستہ کو اس کوڑے کرکٹ سے صاف کر دیں۔ لیکن چونکہ سنا جاتا ہے۔ کہ بدمعاش
قزلباشوں (یعنی ایرانیوں) نے اخلاص و ارادت کے طریقہ سے متجاوز ہو کر اپنے حاکم کے ساتھ
بے ادبیاں کی ہیں۔ ہمارے حق اندیش دل میں یہ بات آتی ہے۔ کہ اپنے اقبال مند فرزندوں
میں سے ایک کو اس طرف متعین کر دیں۔ قطع نظر اس سے کہ وہ (یعنی والئے عراق) سنت
والجماعت کی صراط مستقیم سے منحرف ہیں۔ خاندان نبوت کی رعایت ہمارے قصد و
ارادہ کے ذمہ واجب ہے۔ بالخصوص جبکہ اگلے بزرگوں کے حقوق کا خیال بھی درمیان میں
ہو لہذا جب تک ہمارا دل اس طرف سے مطمئن نہ ہو جائے۔ اس وقت تک ہم دوسری
جانب کوچ نہ کریں گے۔ اس وقت جبکہ سلطان روم نے اپنے جد و پدر بزرگوار کے عہد و
پیمان کو کانَ لم یکن (گویا کہ نہ تھا) تصور کر کے والئے عراق کی ظاہری کمزوری پر نظر ڈال کر کئی
مرتبہ فوجیں بھیجی ہیں۔ اور سنا جاتا ہے کہ والئے عراق نے سلطان علی قلی ہمدان اوغلی کو امداد
چاہنے کی غرض سے اینجانب کی خدمت میں بھیجا ہے۔ دل میں آتا ہے کہ ہم ارادہ کی باگ عراق و
خراسان کی طرف پھیر دیں۔ اور امداد و اعانت کے جھنڈے نہایت حسن و خوبی کے ساتھ بلند
کریں۔ ساتھ ہی یہ خیال آتا ہے۔ کہ چونکہ اس دوستی و اتحاد کا رابطہ جو سالہا سال سے اس
والا تبار کے ساتھ ہے اور سید مسعود میر قریش کے ہاتھ محبت ناموں کے بھیجنے سے دوستی کے
تعلقات اور یگانگت کے مراسم کی تجدید ہو جانے کے باعث (وہ رابطۂ محبت) مستحکم ہو گیا
ہے۔ لہذا ہم چاہتے ہیں۔ کہ جب خراسان کے نزدیک پہنچیں تو وہ عالی تبار بھی ازراہِ دوستی
وہاں سے تشریف لا کر اس فلک مرتبت سرزمین پر دیدار گرامی سے مسرور فرماویں۔ اور
دلپذیر مکالمت سے دوستی کے چہرہ سے نقاب اُلٹ دیں۔ امید کہ معرفت ایزدی کی
باتیں اور پوشیدہ راز جو ہمارے دل میں جاگزیں ہیں۔ ایک ایک کر کے بیان کئے جائیں
اور دوربینی و خدا پرستی کی جتنی باتیں اس عالی تبار کے خاطر نشین ہوں وہ سب سنی جائیں
اللہ اللہ! کیسا مبارک ہے وہ مقام جہاں خدا کے دو ایسے برگزیدہ بندے جن کے فرخندہ جائے
اجتماع کی غایت محض للہیت ہو۔ اکٹھے ہو کر اسرار اور رموز ایک دوسرے کو بتلائیں۔ اور
باہم دل آویز گفتگو کریں۔ اور چونکہ جنہیں خداوند عالم نے سرفراز کیا ہے نام بلندی

شہرت اور دوسرے لوگوں سے بڑھ چڑھ کر رہنے کی خواہش اُن کی منظور نظر نہیں ہے۔ لہذا ہمارا اول یہ چاہتا ہے۔ اور امید کہ آپ بھی ایسا ہی چاہتے ہونگے کہ (ہم دونوں میں سے) جس ایک میں خداشناسی اور خداپرستی زیادہ ہو۔ دوسرا اس کی پیروی اور دل جوئی کا خواہاں ہو اور اس کی دوستی و اخلاص میں ذرا کوتاہی نہ کرے۔ اور اب جب کہ ہمارے اور آپ کے اتحاد و یگانگت کا تعلق عالم آشکارا ہوگیا۔ تو والئے عراق و خراسان کی امداد و اعانت کے بارہ میں اس شوکت پناہ کے مشورہ کے مطابق عمل درآمد کیا جائے گا اور فرزند شاہرخ مرزا کے بارہ میں آپ نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے۔ وہ بالکل بجا و درست ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ ادہر تو اُس پر طفلانہ مزاجی اور خود پسندی کا رنگ چھایا ہوا ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ اس کوتاہ اندیشی کے باوجود اس کے مصاحب اور مشیر بھی نہایت ناکارہ تھے۔ اس بنا پر اس سے اتنی کچھ نالائق حرکتیں سرزد ہوئیں۔ کہ اُن میں سے ہر ایک اُسے اس دہاڑے کو پہنچانے والی ہے۔ خواہ اس کی وہ بے پروائیاں لیجئے جو اس نے ہماری اطاعت سے کیں۔ خواہ وہ گستاخیاں جو اُس سے اس عالی تبار کی شان میں سرزد ہوئیں۔ ہر چند کہ آپ دوستی اور یگانگت کا لحاظ کرکے جو ہمارے آپ کے مابین ہے۔ اس کی خطاؤں کو نظر انداز کرجائیں لیکن اسکو کیا حق حاصل تھا۔ کہ یوں بے ادبانہ پیش آئے۔ خواہ وہ بدخواہیاں جو اُس نے اپنے دادا کے ساتھ کیں۔ جو مصیبتیں اس پر آئیں گویا خدا کی طرف سے اس پر نازل ہوئیں۔ اور بلاشبہ اس کی تمام آوارگیوں کی پاداش یہی تھی۔ اب جبکہ وہ (شاہرخ مرزا) خواب پریشان سے جاگکر اور نشۂ بیہوشی کے خمار سے چنگا ہوکر اس جانب کی خدمت میں حاضر ہؤا ہے تو اس پر مہربانی کرنے اور اس کی خطاؤں کو بھلا دینے کے سوا اور کوئی بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ اور اس عالی تبار کی دوستی اور یگانگت سے بھی ایسی ہی توقع ہے۔ کہ اس کی گستاخی کو نظر انداز فرمائیں گے۔ اور محبت کی بنیادوں کے استحکام اور دوستی کے مراسم کی استواری کی غرض سے ہم نے حکمت و دانش کے پناہ دینے والے خیر خواہ مقربوں میں سے چیدہ۔ تجربہ کار رازداروں میں سے منتخب۔ حکیم ہمام کو جو حق گو مخلص اور نیک کردار ارادتمند ہیں اور ابتدائے ملازمت ہی سے ہمارے مقربان بارگاہ میں شامل ہیں اور

اُن کی جدائی کو ہم نے کسی طرح گوارا نہیں کیا تھا بطریق ایلچی گری روانہ کر دیا۔ چونکہ ہماری خدمت میں اُنہیں یہ مرتبہ حاصل ہے کہ مطالب کو براہِ راست ہمارے گوش اقدس میں پہنچاتے ہیں۔ اگر آپ کی مجلس شریف میں بھی یہی طریقہ روا رکھا جائے تو گویا ہمارے آپ کے مابین براہِ راست گفتگو ہو گی۔ اور رضوانِ جنت کا سا مقدور رکھنے والے مغفور و مبرور اسکندر خاں انار اللہ برہانہ (خدا ان کی دلیل کو روشن کرے) کی ماتم پرسی کے لئے ہم نے سیادت مآب (وہ شخص جس کی جائے بازگشت سرداری ہے) ستودگی کے سرمایہ۔ میر صدر جہاں کو جو بڑے اصیل و نجیب سید اور اس ملک کے زبردست پرہیزگاروں میں سے ہیں۔ مقرر کر دیا تھا۔ اور یہ امر بعض وجوہ سے معرض تاخیر میں پڑا ہوا تھا۔ اب حکیم صاحب موصوف کے ہمراہ (انہیں بھی) روانہ کر دیا۔ اور کچھ تھوڑے سے تحفے اور ہدیئے معتمد خاص خواجہ محمدؐ علی کی تحویل میں تفصیل کے مطابق علیحدہ ارسال کئے ہیں۔ امید کہ حدیث روشن نہادو وا تحابو (ایک دوسرے کو تحفے بھیجو تاکہ باہم دوست ہو جاؤ) کے مضمون پر کاربند ہو کر ہمیشہ دونوں طرف سے سفیروں اور سوغاتوں کے بھیجنے کا طریقہ جاری رہے۔ اور پری پرواز کبوتروں کے بھیجنے اور عجیب کبوتر بازوں کے آنے کے سبب شوق کے طائروں کا بازو حرکت میں آیا۔ اور خواہش کا گلزار بکمال خوبی کھل گیا۔ اگرچہ بظاہر یہ امر کھیل کود سے زیادہ نہیں معلوم ہوتا ہے۔ لیکن حقیقت میں اہل ذوق کے وجد و حال کو یاد دلاتا ہے۔ بااینہمہ ان مٹھی بھر پرندوں کی طرف ہماری ظاہری توجہ جب باریک بین عقل کی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ حقیقت کے چہرہ پر ایک پردہ سے زیادہ نہیں۔ اور اسی پر و بال پر ہماری توقع کی آنکھ لگی ہوئی نہیں ہے۔ امید کہ ہمیشہ اسی طرح نامہ و پیام سے مسرور و شادکام فرماتے رہیں ؎

جب قلم سے نکلا لفظِ شادکام ۔۔۔ ختم ہے خطّ محبت والسلام

حضرت شاہِ اکبر اعظم کا مکتوب گرامی مملکت ایران کے فرمانروا شاہ عباس کے نام:۔

خدائے واحد جل جلالہٗ و تقدس اسمائہٗ (اس کی بزرگی بہت بڑی ہے۔ اور اس کے نام پاک ہیں) کی بارگاہ کے آستانہ کی حمد و ثنا اس مرتبہ پر ہے۔ کہ اگر عقلوں کے سارے نقطے اور فہموں کے تمام خطوط۔ حواس عشرہ کے لشکروں اور معرفت موجودات کی فوجوں سمیت مجتمع ہو جائیں۔ تو اس کتاب (ستائش) میں سے ایک حرف اور اس آفتاب نمائش میں سے ایک

ذرہ کی مقدار کے برابر بھی عہدہ برا نہیں ہو سکتے۔ اگرچہ حقیقت کی نظر میں جملہ افراد موجودات خداوند عالم کی حمد وثنا کا سرچشمہ ہیں (یعنی کمال حمد گوئی کے سبب خود حمد بن گئے ہیں) جو زبان حال سے گویا ہو کر حمد الٰہی کے ناپید اکنار بیابان کے تشنہ لبوں اور خشک زبانوں (یعنی حمد کے مشتاقوں اور شیدائیوں) کو تر زبان اور سیراب (یعنی ناطق و گویا) رکھتے ہیں۔ پس یہی بہتر ہے۔ کہ فکر کی کمند کو خدائے بے نیاز کی عظمت و جلال کے کنگرہ سے جس سے مقدسین کی جانیں وابستہ ہیں کوتاہ رکھ کر پیغمبروں اور رسولوں علی نبینا علیہم التحیۃ والسلام (ہمارے نبی اور دیگر انبیا پر درود و سلام ہو) کے تقدس مآب گروہ کے اوصاف جمیلہ میں داخل ہو کر پہلے تو وہ بزرگیاں اور وہ کمالات جو ان کی ذات میں مجتمع تھے۔ اور پھر اُن کے عطیات جلیلہ کہ تمام مخلوق کو گمراہی کے ٹیلے سے (بچا کر) عنایت و ہدایت کی صراط مستقیم پر لائے ہیں بیان کے منبر پر ادا کر کے اہلبیت اطہار کے اخلاق حسنہ اور حالات عالیہ کی تفصیل۔ جو اسرار الٰہی کے رازدار اور رموز انبیا کے مُفسّر ہیں۔ اُس (جلائل نعُوت) پر اضافہ کر کے خداوند عالم کے عزت و جلال کی بلندی سے تازہ رحمت کی استدعا کرنا چاہئے لیکن جب (بندہ) نظرِ انصاف سے دیکھتا ہے تو اوصاف بشری (بسبب ادائے عبادات وغیرہ) اور صفات الٰہی (بباعث خرق عادات بمعجزہ و کرامات) کے اُن مظہروں (یعنی انبیا اور اہلبیت) کے بلند مراتب اور اوصاف مَلَکی و روحی اور صفات اجسامی و انسانی کے اُن مجمعوں کے اوصافِ حمیدہ کو جو حقیقت حق میں ہلاک اور ذات باری میں فنا ہیں۔ خداوند عالم کے اوصاف جلیلہ کا نمونہ اور باری تعالےٰ کے صفات عالیہ کا پرتو پاتا ہے۔ لہذا مناسب یہ ہے کہ اس خواہش سے بھی باز رہ کر صاحبان دانش و بینش کے عام مقاصد میں سے چند باریک باتیں جن پر حکمت عملی (یعنی تہذیب الاخلاق و تدبیر منزل و سیاست مدن) کی رُو سے دنیاداری کا انتظام موصوف ہے۔ آغاز بیان میں ذکر کرے۔ کیونکہ اس صورت میں بالضرور دین کے راستوں پر تیزی سے چلنے والوں اور یقین کے چشموں سے سیراب ہونے والوں (یعنی رضائے الٰہی کے طالبوں اور خدا کا خوف رکھنے والوں) کی جان جنہوں نے صورت و معنی (یعنی دنیا و آخرت) کی نہروں کے پُر کرنے کو اپنے پاک بنیاد ارادہ کے مدنظر رکھا ہے۔ اس وسیلہ نیاز

می یابد

گرودہ
مظاہر

(یعنی مبکر بیان کے وسیلہ) سے سعادت خاص (یعنی معرفت وتقرب الٰہی) سے بہرہ اندوز ہوگی۔ خدائے پاک و برتر کا احسان ہے۔ کہ عین فصل بہار اور شب و روز کے اعتدال کے اوقات ظہور میں آپ کے کرامت نامہ والا کے ملاحظہ نے جو یادگار سلطان شاملو کے ہاتھ بھیجا گیا تھا۔ ہمارے محبت آمود دل کو مسرت بخشی۔ اور گل و لالہ کی سرور انگیز ہوا زمانہ کے دماغ میں بھری ہوئی تھی۔ جبکہ اس محبت و الفت کے گلدستہ نے یگانگت کے دماغ کو معطر کردیا اور محبت و دوستی کے مراسلات کے تحریر کرنے میں تاخیر ہوجانے کے متعلق جو کچھ قلم ظہور سے لکھا گیا تھا (یعنی ہمارے خط دیر میں بھیجنے کی شکایت) اس نے اپنے محل پر اچھی طرح اپنے حسن وخوبی کا اظہار کیا۔ واقعی باطنی تعلقات کا مقتضی یہی تھا کہ (ارسال خطوط میں) اس قدر دیر نہ ہو۔ لیکن آپ نے آنے جانے والوں سے سن ہی لیا ہوگا کہ ہم ممالک ہندوستان کے بادشاہوں اور اس سرزمین کے امیروں کے ساتھ جسے آسمانی خطوط کے ناپنے والوں (یعنی ہیئت والوں) نے ہفت اقلیم کا دو ثلث بتلایا ہے۔ کیسی کیسی شدید جنگوں اور زبردست مہموں میں مصروف تھے۔ اور اس مدت دراز میں یہ وسیع و کشادہ ملک جو اتنے کچھ مغرور راجاؤں اور جنگجو فرمانرواؤں پر بٹا ہوا تھا۔ اور وہ ہمیشہ سرکشی پر آمادہ رہ کر خلق اللہ کے دلوں کے انتشار کا باعث ہوتے تھے۔ تائیدات غیبی کی قوت سے ہمارے زبردست اعیان حکومت کے قبضہ اقتدار میں آگیا۔ اور کوہ ہندوکش کی بلندی سے لے کر تین طرف ساحل بحر تک سارے سرکش امرا مغرور کارفرما۔ زبردست فرمانروا اور بدمست راجہ مہاراجہ۔ کوتاہ اندیش پہاڑی افغان۔ اور خانہ بدوش بیہودہ گرد بلوچ کل قلعدار اور تمام زمیندار (بعض) اوروں کی دیکھا دیکھی اور (بعض) از خود ہماری اطاعت اور فرمانبرداری کے سایہ میں آگئے۔ اور مخلوق کے گروہوں کے سینے اور دل ملانے (یعنی اتحاد و موافقت پیدا کرنے) میں بہترین کوششیں صرف کی گئیں۔ اور جو کچھ ہمارے حق گزین دل کے مدنظر تھا۔ تائیدات آسمانی کی برکتوں سے کماحقہ اس کا سرانجام ہوگیا۔ اب جبکہ صوبہ پنجاب ہمارے فتحمند علموں کا قرار گاہ بنا تو ہمارے حقیقت بین دل میں یہ بات جاگزین تھی کہ ہمارے دربار جلالت کے طرز و آداب جاننے والے امرا میں سے ایک شخص روانہ کیا

جائے۔ اسی اثناء میں چند مہمیں درپیش ہوگئیں جن میں سب سے بڑی بدمعاشوں کے زبردست گروہ کے ہاتھوں سے کشمیر کی ولایت دلکشا کے تمام باشندوں اور عام رعایا کی خلاصی تھی۔ انتہا درجہ کی مضبوطی۔ راستوں کی دشوار گذاری۔ پہاڑوں کی بلندی۔ درختوں کی کثرت اور ٹیلوں اور غاروں کی بہتات کے باوجود کہ بغیر سختیاں جھیلے وہاں سے فکر و خیال کے لشکروں کا گذرنا بھی دشوار تھا۔ تائیدات خداوندی کے دستہ کو مضبوط تھامتے اور حضرات آئمہ معصومین سلام اللہ علیہم اجمعین (ان سب پر خدا کی رحمت ہو) کی مقدس ارواح کی امداد سے۔ نرالے انداز سے افواج قاہرہ کے گذرنے کا حکم دیا گیا۔ کئی ہزار ماہر سنگتراش منزل بمنزل آگے آگے چلتے تھے۔ اور پتھروں کے توڑنے اور اکھاڑنے اور درختوں کے کاٹنے میں کمال مہارت دکھلا کر راستوں اور سڑکوں کے کھولنے اور فراخ کرنے میں کوشش کرتے تھے۔ چنانچہ تھوڑی ہی سی مدت میں وہ دلپذیر ولایت فتح ہوگئی۔ اور عام رعایا ہمارے انصاف کے جھنڈوں کے سایہ میں پناہ گزیں ہوئی۔ اور چونکہ وہ عشرت آباد کشمیر جس کی سبھی حسن پرست تماشائیوں نے تعریف کی ہے۔ خداوند عالم کی تازہ عنایات میں سے تھی۔ لہٰذا خود بھی اس بہارستان میں پہنچکر اللہ تعالےٰ کے شکر کے سجدے ادا کئے۔ اور کوہستان تبت تک سیر کر کے ولایت پکلی اور دمنتور کی راہ سے جو کہ نہایت دشوار گذار راستہ ہے۔ گذر کر۔ کابل اور غزنین کا میدان ہمارے اقبال مند لشکر کا خیمہ گاہ بنا۔ اور ضمناً درندہ سیرت۔ قزاق طینت افغانوں کی تنبیہ جو ولایت سواد و بجور و تیراہ و بنگش میں توران کے مسافروں کے سد راہ ہوتے تھے۔ اور بدسرشت بلوچیوں اور دوسرے بہائم (چوپائے) طبیعت۔ روباہ خصلت صحرانشینوں کی گوشمالی بھی ہوگئی۔ جو ایران جانے والوں کو اذیت پہنچایا کرتے تھے۔ حضرت بادشاہ۔ خلد آشیاں (شاہ طہماسپ صفوی۔ علیین بمعنی غرفہ ہائے بہشت) انار اللہ برہانہ (خدا اس کی دلیل کو روشن کرے) کے سانحہ وفات کے رونما ہونے کے بعد مراسلت میں تاخیر کی اصل وجہ ایران کی بدنظمی اور اس ملک فتنہ و آشوب تھا۔ جو خدا کے حکم سے واقع ہوا۔ اس وقت جبکہ مبارک پیغام لانے والا ایلچی (یہاں) پہنچا تو معلوم ہوا کہ اس بدنظمی میں بہت کمی ہوگئی۔ بالضرور اس خبر کے سننے سے ہمارے متفکر دل کو اطمینان حاصل ہوا۔ اور

مصائب و اشتیاق

حقیقت کی بنیاد رکھنے والی طبیعت چاہتی تھی کہ اس افراتفری کے زمانہ میں محض پوچھنا مروت اور جوانمردی کے شایاں نہ ہوگا۔ اس وقت ایسی پرسش کی جائے کہ جس قسم کی مدد اور کمک درکار ہو عملی طور پر اس کا سرانجام کیا جائے۔ لیکن چونکہ قندھار کی مہم درمیان میں تھی۔ اور وہاں کے میرزا اُس خاندان عالی کی امداد و اعانت میں سستی اور کاہلی کرتے تھے۔ اور انہوں نے حوادث و مصائب کے موقعوں پر جو دوستی کے جوہر کی چاشنی کے اظہار کا محل ہیں۔ ہرگز اتحاد و یگانگت کی علامتیں ظاہر نہیں کی ہیں۔ اور ہمارے آستانۂ عالی پر بھی۔ جو ارباب ناز و نعمت کا وطن ہے پہونچنے میں کماحقہ سعی نہیں کرتے تھے۔ ہمارے دل میں یہ بات آئی تھی کہ پہلے قندھار کو اپنے آدمیوں کے سپرد کردیں۔ اور میرزایان قندھار اگر روز افزوں اقبال کا نشہ نہ رکھتے ہوں۔ اور ایام گذشتہ کے واقعہ سے پشیمان ہوکر پاک اور مقدس لوگوں میں سے برگزیدہ نفوس (یعنی آئمہ معصومین) کے اس قائم مقام کی اعانت اور خدمت اپنے اوپر لازم کرلیں۔ تو اس صورت میں ہماری زبردست فوجیں اُن کے ساتھ ہوکر جس قسم کی اعانت اُس قرۃ العین (آنکھوں کی ٹھنڈک) کے خاطر نشین ہو عمل میں لائیں۔ لیکن چونکہ میرزایان قندھار اس خاندان عالی سے نسبت رکھنے والوں میں سے تھے۔ اس لئے آپ سے پوچھے بغیر نصرت مند افواج کا بھیجنا کوتاہ اندیش عوام الناس کی نظر میں ہمارے آپ کے عدم اتحاد کا شبہ پیدا کرتا تھا۔ بنابرین (ہمارا دل) اس ارادہ سے پھر گیا۔ اسی اثناء میں رستم میرزا نیک بختی کے ساتھ آ پہنچے اور ملتان کا صوبہ جو قندھار سے کئی گنا بڑا تھا۔ اُن کے حوالہ کردیا گیا۔ اور مظفر حسین میرزا ہماری نوازشوں اور مہربانیوں کا حال سنکر اپنی والدہ اور بڑے بیٹے کو یہاں روانہ کرکے خود بھی آنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اور اُن کے آنے کے بعد ہمارے ظفر مند لشکر قندھار میں رہکر بآسانی ہر طرح کی کمک و مدد کریں گے اور چونکہ سلطنت کے قانون اور مروت کے مذہب میں موافقت مخالفت پر مقدم اور صلح جنگ سے بہتر ہے۔ بالخصوص ہماری نیت حق آموز جس نے عقل و تمیز کی صبح کے نمودار ہونے کی ابتدا سے لے کر اس وقت تک اختلاف مذہبی اور تفریق ملّی کو کبھی گوارا نہیں کیا۔ اور مخلوق کے گروہوں کو عباد اللہ (خدا کے بندے) جان کر ہم نے علّامہ خلائق کے احوال کے انتظام میں کوشش کی ہے۔ اور اس نیت خیر کی برکتیں ظل اللہیت

کے اقتضا۵ سے مکرر مشاہدہ و معائنہ کی گئیں۔ اس وقت میں جبکہ ممالک پنجاب افواج قاہرہ کے خیمہ گاہ بن گئے۔ تو دوبارہ مصمم ارادہ ہوگیا تھا۔ کہ بزرگ جھنڈے ماوراءالنہر کی طرف جو ہمارا موروثی ملک ہے۔ کوچ کریں تاکہ وہ ملک بھی ارکان سلطنت کے قبضہ اقتدار میں آجائے اور خاندان نبوت کی کمک بھی حسب دلخواہ طریقہ سے سرانجام پا سکے۔ اسی اثناء میں۔ والاجاہ سزاوار ذیشان عبداللہ خان والئے توران نے پیاپے۔ گذشتہ یگانگت کو یاد دلانے والے اور موجودہ دوستی کو استوار کرنے والے محبت آگین خطوط تجربہ کار سفیروں کے ہاتھ بھیجکر صلح و آشتی کی زنجیر کو حرکت دی اور محبت و اتحاد کی بنیادیں رکھیں۔ چونکہ جو شخص صلح پر آمادہ ہو اس سے لڑنے کے لئے تیار ہو جانا شریعت روشن (یعنی اسلام) کے بزرگ آئین میں ناپسندیدہ اور عقل منور کی بڑی ترازو میں ناموزوں ہے۔ لہذا اس خیال سے دل ہٹا لیا گیا۔ اور عجیب تر یہ امر ہے۔ کہ ابھی تک اس طرف کے آنے جانے والوں سے ایران اور ایرانیوں کے آشوب و فتنہ کے دب جانے کی خبریں جو پورے طور پر اطمینان کا باعث ہوں سننے میں نہیں آئیں۔ اور اُس والا گوہر کے اقبال مندول کا ارادہ صریح طور پر ظاہر نہیں ہوتا۔ امید کہ ہمارے محبت آمود دل کو اپنے ہر قسم کے اغراض و مقاصد کی طرف ملتفت جانکر اور خط و کتابت کے طریقہ او قاعدہ کو جاری رکھ کر روزانہ حالات کی کیفیت سے مطلع کرتے رہیں۔ اور آج کل جبکہ سرزمین ایران تجربہ کار اور مآل اندیش دانشمندوں سے بہت زیادہ خالی ہوگئی ہے۔ تو اُس بزرگان رفیع القدر کے فرزندوں کے خلاصے کو ملک کے انتظام اور جمیع خلایق کے حالات کی درستی میں انتہا درجہ کوشش کرنا چاہئے اور ہر کام میں عاقبت اندیشی اور انجام بینی کے مراتب ملحوظ رکھنا چاہئے۔ اور منافقوں کی سخن آرائی اور مفسد ظاہرداری برتنے والوں کی دروغ گوئی سے اپنے دل کو پریشان نہ کرنا چاہئے۔ اور موروثی ملازموں اور نئے خادموں کے قدموں کی لغزشوں (یعنی خطاؤں) سے چشم پوشی اور بُردباری کو اپنی شریف عادت بنا کر سچے ہمدردوں کو بر روئے کار لانا اور مہربانی کے نور سے منافقوں کی سیاہی (یعنی نفاق) کا زنگ دور کرنا چاہئے۔ اور انسان کے قتل کرنے اور خدائی بنیاد کے ڈھا دینے میں انتہا درجہ کی احتیاط برتنا چاہئے۔ اس لئے کہ بہت سے سچے دوست خود غرض دشمنوں کی حیلہ سازی کے باعث آستانۂ قرب

۵ بمقتضائے

(بادشاہی) سے دور رہکر موت کا کچ لہو پی چکے ہیں۔ اور بہت سے بظاہر دوست معلوم ہونیوالے دشمن اخلاص کا لباس پہنکر حکومت کی بیخ کنی میں کوشش کر چکے ہیں۔ ان لوگوں کے دلوں اور بھیدوں کی نگرانی میں بہت زیادہ توجہ کرنا چاہیئے۔ اور اس عالم فانی کی عاریت لی ہوئی حکومت کو خداوند عالم کے پسندیدہ کاموں کی انجام دہی میں معین و مددگار بنانا چاہیئے۔ اور خلایق کے گروہوں کو جو خدا کی نادر امانتیں اور خزانے ہیں۔ شفقت کی نظر سے دیکھکر ان کا دل ہاتھ میں لینے کی کوشش کرنا چاہیئے۔ اور اللہ تعالےٰ کی عام رحمت کو جملہ مذاہب حقہ و باطلہ کے شامل حال جان کر پوری پوری کوشش سے اپنے آپ کو صلح کل کے سدا بہار گلشن میں لاکر اپنے اقبال کی ترقی کے مطالعہ کو ہمیشہ مدنظر رکھنا چاہیئے۔ اس لئے کہ خداوند عالم مختلف مذہبوں اور رنگارنگ حالتوں والی مخلوق پر فیض کا دروازہ کھول کر اسکی پرورش کرتا ہے۔ پس بادشاہوں کے بلند ارادہ کے ذمہ جو ظل اللہ ہیں واجب ہے کہ اس طریقہ کو ہاتھ سے نہ دیں۔ اس لئے کہ خلاق عالم نے اس گروہ عالی کو عالم ظاہری کے انتظام اور عامۂ خلائق کی پاسبانی کے لئے پیدا کیا ہے۔ تاکہ وہ مخلوق کے گروہوں کے ناموس و آبرو کی حفاظت کریں۔ انسان دنیا کے کام میں جو گذران اور ناپائدار ہے۔ جان بوجھ کر غلطی نہیں کرتا ہے۔ تو پھر بھلا دین و مذہب کے کام میں جو قائم و دائم ہے۔ کس طرح سستی کرے گا۔ پس ہر گروہ کی حالت دو صورتوں سے خالی نہیں۔ یا تو وہ حق پر ہے (اور) اس صورت میں انصاف مند طالبان ہدایت کو اس کی پیروی کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہو سکتا۔ اور اگر کسی خاص مسالک کے اختیار کرنے میں اس سے چوک اور غلطی ہو گئی ہے۔ اور نادانی کی راہ پر چل رہا ہے تو مہربانی اور شفقت کا موقع ہے نہ کہ اس پر جھلانے اور ملامت کرنے کا۔ اور اپنے حوصلہ کو وسعت دینے میں سعی کرنا چاہیئے۔ کہ اس کی برکتوں سے ظاہری اور باطنی کشایش اور عمر و دولت کی افزایش ہوتی ہے۔ اور اس اقبال کی ترقی دینے والی خصلت کے نتائج میں سے یہ ہے کہ عدیم الفرصتی اور قوت غضبی کے غلبہ کے وقت دشمنوں کے دھوکے میں دوست پائمال نہ ہوں۔ اور دوست نما دشمنوں کو مکر و فریب کرنے کی مجال نہ ہو۔ اور اپنی بات کی پاسداری میں کوشش کی مسند پر بیٹھنا چاہیئے (یعنی ایفائے وعدہ کا خیال لازمی طور پر رکھنا چاہیئے)

کیونکہ یہ حکومت کی بنیاد کا ستون ہے۔ اور تحمل و بُردباری کو اپنا دائمی ہمنشین بنانا چاہئے۔
اس لئے کہ مستحکم حکومت کی بنیاد اسی کے اندر لپٹی ہوئی ہے۔ خاطرِ دلپسند پر پوشیدہ نہ رہے
کہ ہمارا قصد یہ تھا کہ بارگاہ جلالت کے خاص لوگوں میں سے کسی کو یادگار سلطان کے ہمراہ
بھیجا جائے تاکہ وہ ایران کی قرار واقعی حالت دیکھ کر ہمارے گوش اقدس میں پہنچائے اسی
اثناء میں ولایت کشمیر میں بدبختوں کے ایک گروہ نے بغاوت اور سرکشی اختیار کی۔ ہم
تن تنہا رکابِ مسعود میں ہر وقت موجود رہنے والوں میں سے کچھ لوگوں سمیت شکار گاہ — با معدودے
میں تھے۔ کہ یہ خبر پہنچی۔ اپنے اقبال کے خبر رساں کے ایما سے دو اسپہ کوچ کرتے ہوئے
اس طرف روانہ ہوئے۔ ابھی ہمارے ظفر مند علم کشمیر میں داخل بھی نہ ہونے پائے تھے کہ نصرت مند
بہادر جو مصلحتاً اس باغی گروہ کے ساتھ ہو گئے تھے۔ موقع پا کر اس شر و فساد کے بانی کا سر کاٹ
کر درگاہ والا میں لے آئے۔ جب یہ ممالک ہماری تشریف بری کی برکتوں اور سعادتوں سے
امن و امان کی منزل گاہ بن گئے۔ تو وہاں سے مراجعت کر کے دار الخلافہ لاہور میں نزول اجلال
فرمایا۔ اس وقت سیوستان۔ ٹھٹھہ اور اطراف سندھ کا حاکم جو ایران کے راستہ پر واقع ہے
واژون قسمتی کے باعث ہمارے لشکر ظفر اثر سے لڑ رہا تھا اور عراق کا راستہ بند تھا۔ اسی بناء
پر ایلچی بھیجنے میں تاخیر ہو گئی۔ اب جبکہ ہماری خاطر اقدس جملہ امور سے فارغ ہو گئی اور سیوستان
اور ٹھٹھہ ممالک محروسہ میں داخل ہو گئے۔ اور وہاں کے حاکم مرزا جانی بیگ نے ہماری آستان
بوسی سعادت حاصل کی۔ چونکہ گذشتہ انفعال و ندامت کے آثار اور آئندہ اخلاص و ارادت
کی علامات اُس کی لوحِ پیشانی سے ظاہر تھیں۔ لہذا وہ جنگ و پیکار سے فتح کیا ہوا ملک ہم
نے پھر اسی کو بخشدیا۔ اور عراق و خراسان کا راستہ بہ نسبت پہلے کے زیادہ محفوظ اور زیادہ
قریب کا نکل آیا۔ یادگار سلطان کو ہم نے رخصت کر دیا۔ اور بزرگوں کے فرزند۔ سچے ہوا خواہ۔
معتمد علیہ ضیاء الملک کو روانہ کیا ہے۔ اور چند باتیں جو معاملاتِ محبت و خیریت پر مشتمل ہیں۔ ان
کی زبان کے سپرد کی گئیں۔ تاکہ وہ انہیں خلوت کے موقع پر آپ کی خدمت میں پہنچا دیں اور
ایران کے حالات کی حقیقت بھی اچھی طرح سمجھ کر ہم سے عرض کریں۔ اور اس ملک کے کچھ
تحفے خواجہ ابو ناصر کی تحویل میں بھیجے گئے ہیں۔ تاکہ وہ انہیں علیحدہ تفصیل کے مطابق پیش کریں۔

امید کہ اس دولت خانہ کو اپنا ہی گھر سمجھ کر زمانہ گذشتہ کے برعکس عمل درآمد کریں۔ اور قاصدوں اور خطوں کے ارسال کرنے کو جو کہ روحانی ملاقات اور باطنی ہمنشینی ہے۔ ہمیشہ یکدلی اور اتحاد کے خصائل میں سے شمار کریں۔ خدائے پاک و برتر برگزیدگی و پسندیدگی (یعنی مصطفےٰ و مرتضیٰ) کے خاندان کے اس برگزیدہ اور بزرگی و بلندی (یعنی مجتبیٰ و علی) کے گھرانے کے اس چیدہ فرد کو آخر وقت تک مصیبتوں اور بد اندیشیوں سے محفوظ رکھکر تائیدات ایزدی سے قوی اور سربلند رکھے۔

حضرت شاہنشاہ اکبر اعظم کا دالانامہ ولایت کاشغر کے حاکم کے نام:۔

دنیا کے سنوارنے والے پروردگار کو ستایش و آفریں (یعنی حمد و ثنا سزاوار ہے) جس نے انسانوں کی عقل کی روشنی سے سیرگاہ عالم کو منور کردیا۔ اور اس نادر محفل کو شاہان والاشان کی عدل گستری کے انوار سے آسودہ حالی مرحمت فرمائی۔ خوش نصیب ہوشمندوں کا آئین یہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی بخششوں کو پہچانکر بارگاہِ احدیت میں سجدہ نیاز بجالائیں۔ اور خوبی فکر اور حسن عمل سے شکرگذاری کی بنیاد رکھیں۔ اور اعمال حسنہ میں سب سے افضل یہ ہے۔ کہ قدردانی کا چراغ روشن کرکے اس (قدردانی) کے اندازہ کے مطابق دوستی اور خیر اندیشی بجالائیں۔ اس بناپر اُس عزت و سرفرازی کے خاندان کے خلاصے اور بزرگی و بلندی کے گھرانے کے قوت بازو سے یہ توقع (کی جاتی) ہے۔ کہ خدا کی اس کثرت عنایت کو مدنظر رکھتے ہوئے جو آستانہ الٰہی کے اس نیازمند کے شامل حال ہے۔ اس امر کو ملحوظ رکھکر کہ سلاطین عصر اور شاہان وقت اتحاد و یگانگت کی سلسلہ جنبانی کرکے ہمیشہ خطوط اور قاصد بھیجکر ہماری خاطر اقدس کو مسرور کرتے ہیں۔ وہ گوہر تاج سعادت سب سے زیادہ اتنے کچھ تعلقات کے ہوتے ہوئے خط و کتابت کا طریقہ جاری کرکے نیک کرداری کا چہرہ آراستہ کرنے والے بنیں۔ خصوصاً جبکہ سدابہار گلستان کشمیر ارباب حکومت قاہرہ کے احاطۂ تصرف میں آگیا ہو اور قریب کا راستہ کھل گیا ہو۔ محبت و یگانگت کے خانۂ برگزیدگی کی راہ کھولکر ہندوستان کی نفیس اشیاء میں سے جو ساتوں ولایتوں کا مجموعہ ہے۔ جو کچھ خواہش ہو بے تکلف طلب کریں اور ہمیں زبردست پشت پناہ تصور کرکے نصیبہ وری کی نہر کو بھرلیں۔ اور اسوقت جبکہ کشمیر کا دلکشا میدان

ہمارے عالم کو فتح کرنے والے جھنڈوں کا مقام بنا تو لوگوں نے ہمارے گوشِ اقدس میں یہ خبر پہنچائی کہ آپ نے پچھلے دنوں نیک بخت دانشمند شاہ محمد کو بطریق ایلچی گری بھیجا تھا۔ یہ امر ہمارے بلند خیال دل کی کثرتِ عنایت کا باعث ہوا۔ اب جبکہ وہ مصیبت کا مارا حجاز کی راہ سے ہماری مقدس بارگاہ میں آیا (تو ہم نے اُس پر) نوازش فرما کر اُسے واپس روانہ کر دیا تاکہ وہ ہمارے بزرگ اخلاق اور زبردست مہربانی اس قرۃ العین سلطنت (حکومت کی آنکھ کی ٹھنڈک) کے دلنشین کر دے۔ اور ہماری خاطر اقدس میں یہ بات آتی ہے۔ کہ بارگاہِ جلالت کے طرز و آداب جاننے والوں میں سے ایک شخص کو ختا کی سفارت پر روانہ کریں۔ اس خاندانِ اجلال کے رکنِ اعظم کی جو کچھ صلاح ہو اس سے اطلاع بخشیں۔ اور اس بناء پر کہ خلایق کے حال سے باخبری ہوشمندی کا چراغ روشن کرنے والی ہے۔ ہمیشہ ممالک کے حالات کے طالب رہکر ہم اس دانش افزا کتاب سے (یعنی سوانح اقالیم یاد الٰہی کا شغر) ایک داستان چاہتے ہیں۔ ایک مدت سے ختا کی قرار واقعی حالت معلوم نہیں ہوئی۔ اس علاقہ کے جو کچھ حالات معلوم ہوئے ہوں خصوصیت کے قلم سے مفصل تحریر فرمائیں۔ کہ حاکم کون ہے۔ اور کس سے برسرِ جنگ ہے۔ اور پاسبانی اور دادگری کی روش کیسی ہے۔ اور تجربہ کار حکمت اندوز دانش وروں (یعنی فضلا) اور اپنے پُر فریب مکار نفس سے جنگ کرنے والوں (یعنی فقراء کامل) میں سے جو آج کل اس ولایت میں محفل فیض کو گرم رکھتے ہیں۔ کون لوگ ہیں اور اُنکا مسلک کیا ہے اور ہنرمند استادوں میں سے کون شخص اور نادر صنعتوں میں سے کون سی صنعت شہرت کا گلگونہ (پوڈر) چہرہ پر ملے ہوئے ہے۔ اور اس غرض سے کہ کچھ دلپسند باتیں زبانی بھی عرض کرے ہم نے خاص معتمد ابراہیم کو روانہ کیا ہے اور رختا جائے شیرازی جو سیاح سوداگروں میں سے ہے۔ اور ہمارا آستانۂ اقبال اس کا قرارگاہ اور مقام بازگشت (ہیڈ کوارٹر) ہے ختا کی سیر کا قصد رکھتا ہے۔ (راقم) زیادہ کیا لکھے۔ والسلام

حضرت شاہنشاہ اکبر اعظم کا مکتوب مکہ معظمہ مدینہ منورہ صانہما اللہ تعالیٰ عن فوائم الانفس والآفاق (اللہ تعالیٰ اس کو عالم اجسام اور عالم ارواح کی بُرائیوں سے محفوظ رکھے) کے شرفائے کرام (یعنی سادات کبار) کے نام :-

سید المجتبی

ساری تعریف خدا ہی کے لئے ہے کہ وہ (خدا) کافی ہے۔ اور خدا کا سلام برگزیدہ و پسندیدہ سردار (یعنی محمد صلعم) پر اور اس کے بندوں پر جو برگزیدہ ہیں۔ خصوصاً شرفائے مکہ کی جماعت (یعنی گروہِ سادات) پر جو حق کی طرف مائل ہیں۔ چونکہ ہماری ساری پاک بزرگ توجہ اس امر پر مبذول ہے کہ خلق اللہ کے خاص و عام لوگوں کے گروہ اور تمام خلایق اور جمیع رعایا جو خداوند عالم جلّت نعماؤہ (اس کی نعمت بڑی ہے) کی نادر امانتیں ہیں۔ آسودہ حال اور فارغ البال ہو کر ہمیشہ عبادت کے مراسم ادا کرتے اور بندگی کے لوازم انجام دیتے رہیں۔ اور کسی صورت میں بھی اہل زمانہ کے ظلم و ستم کا ہاتھ خلق اللہ بالخصوص عاجزوں اور فقیروں پر دراز نہ ہو اور خلایق مقدور بھر ہمارے وسیلۂ جمیلہ سے کثیر نعمتوں کے دسترخوانوں سے کہ خدا کی مہربانی سے اس کی تقسیم ہمارے سپرد ہوئی ہے۔ بہرہ یاب اور لذت گیر ہوں۔ خصوصاً اس بہترین شہر کے ساکن اور اس نیک ترین مقام کے باشندے اور پھر ان میں بھی خصوصیت کے ساتھ اس مقدس جگہ (یعنی کعبہ) سے خاص نسبت رکھنے والوں کا گروہ جو فرشتوں کے لشکروں کے اُترنے کا مقام اور متکئین فیہا علی الارائک (جنت میں سائبان دار تختوں پر ٹگا کر بیٹھنے والے ہیں) (اہل جنت) کے صدر نشینوں کا منتہائے مقصود ہے۔ ہماری بخششوں اور مہربانیوں سے محصور رہے۔ اس بنا، پر یہ قرار پایا کہ ہر سال خلایق کو پناہ دینے والی درگاہ کے ملازموں میں سے ایک شخص کو جو کثرتِ حسن ظن کے ساتھ موصوف رہا ہو۔ حاجیوں کا سرگروہ بنا کر وظائف اور انعامات از قسم نقد و جنس رتبوں کی کمی بیشی اور طبقوں کی مناسبت کے لحاظ سے بھیجتے رہیں چونکہ ۹۸۹ھ میں بعض نمک حراموں نے طریق اطاعت سے متجاوز ہو کر بغاوت کی راہ اختیار کی تھی۔ اور خلایق کے انتشار خاطر کا باعث ہوئے تھے۔ اس بنا پر باغی حالت کے رفع دفع کرنے اور عاجزوں کو شریروں کی مکاریوں سے نجات دلانے کی غرض سے ہم ممالک پنجاب و کابل کے صوبہ کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔ خدائی تائیدوں اور بے انتہا توفیقوں سے کثیر فوجوں اور بے شمار اقبال کے ساتھ کابل تک سیر کی گئی۔ اور کابل چند روز تک عز و جلال کے سراپردوں کا خیمہ گاہ رہا۔ الحمد للہ کہ مخالفوں کی نہایت اچھی طرح تنبیہ اور گوشمالی کر دی جائے۔ اور جس شخص نے جس جگہ اپنی بدباطنی اور بدطینتی سے فساد کا خیال کیا تھا (وہ وہیں کا

دبیں) پردۂ عدم میں چھپ گیا۔ ذاتی مہربانیوں اور خلقی اثرات کے اقتضا سے مکرر محمد حکیم مرزا کی
خطائیں بخشکر ہم نے کابل انہیں کو عنایت کردیا۔ اس شرط پر کہ روشن شریعت (اسلام) کے مراسم
کے زندہ کرنے میں بخوبی کوشش کریں۔ اور خلق اللہ کی آسودہ حالی میں انتہا درجہ سعی بجالائیں
اور وہاں سے روانہ ہو کر دار الخلافۃ العالیہ فتحمند جھنڈوں کا قرارگاہ بنا اور اس باغی گروہ
کی بیخکنی۵ اور سرزنش کے باعث سال مذکور میں ہم پاک وظائف کے بھیجنے سے محروم رہے ۵ کروبت
اور امید کہ آیندہ اس معاملہ میں تاخیر نہ ہوگی۔ اور اس روپیہ کے علاوہ جو خط میں مندرج تھا۔
شیخ عبد النبی و مخدوم الملک و حکیم الملک کے ہمراہ علیحدہ علیحدہ بھی روپیہ تھا تاکہ وہ اُسے
بغیر کسی کی شرکت کے خفیہ اور پوشیدہ طور سے بزرگ شریفوں (یعنی سادات کبار) اور برگزیدہ
قاضیوں کے پاس پہنچائیں اور بعض دوسرے مصارف شریفہ (یعنی فرش۔ کافوری شمعیں۔
بلّوری قندیل وغیرہ) میں اٹھائیں۔ چاہئے کہ اس روپیہ کی تفصیل جس شان سے کہ نامبردگان
نے پہنچائے ہوں۔ شریفوں اور قاضیوں کی مُہر کے ساتھ تحریر کرا کر بھیجیں تاکہ اس کا ملاحظہ
کرلیا جائے۔ اور چونکہ حکم ہوا تھا کہ بعض نفیس و نادر چیزیں جو نظر پڑیں اور روپیہ (جو خریداشیاء
کے لئے دیا گیا ہے) کفایت نہ کرے تو اُس رقم میں سے جو شرفا کے لئے دی گئی ہے۔ کچھ
روپیہ اس میں صرف کرکے خرید لیں گے۔ اس بناء پر اس رقم کی مقدار معین نہیں کی گئی۔ اور
گوش مبارک میں یہ بھی خبر پہنچی ہے۔ کہ بعض بدکار اور شریر لوگ ذاتی بغض و عداوت اور حسد کی
بنا پر فاضل کامل شیخ معین الدین محمد ہاشمی شیرازی پر اتہام لگا کر ان کے آزار اور ذلت کے درپے
ہوئے تھے۔ اور اسی اثناء میں ان شریروں نے یہ اڑائی تھی۔ کہ مولانائے موصوف نے جو
رسالہ ہمارے نام نامی سے مزین کرکے بھیجا تھا اس میں بعض ایسی باتیں مندرج تھیں۔ جو
مقدس شریعت اور روشن مذہب۵ (اسلام) کے موافق نہ تھیں۔ واضح ہو کہ یہ محض اتہام و بہتان ۵ ازہر
اور سراسر جھوٹ و تہمت تھی۔ نعوذ باللہ من شرور انفسہم (ان کے شر سے میں خدا سے پناہ چاہتا
ہوں) ہرگز ہرگز مولانائے موصوف کی کوئی ایسی بات جو روایت و درایت کے خلاف ہو ہمارے
گوش مبارک میں نہیں پہنچی اور جس وقت سے کہ وہ ہماری آستان بوسی سے مشرف ہوئے نیکی
اور پرہیزگاری اور محمد مصطفی صلعم کی شریعت کی پیروی کے سوا کوئی دوسری بات ہماری خاطر

اقدس کو معلوم نہیں ہوئی لازم ہے کہ آپ ان بدکار شریروں اور سرکش حاسدوں کی تنبیہ اور گوشمالی کریں اور مولانائے موصوف کو مفسدوں کے ظلم وستم سے نجات بخشیں۔ اور بعض کم عقلوں پر تعجب ہوتا ہے کہ ایسے صریح بہتانوں کو سن کر جنہیں بے وقوف اور بچے بھی درست نہ جانیں۔ اس قسم کے لوگوں کے درپے آزار ہوتے ہیں۔ چاہئے کہ ان جیسے لوگوں کو ان مقامات مقدسہ سے نکال کر کہیں نہ جانے دیں اور ہماری خاطر اقدس کو اپنے مبارک انجام احوال کے انتظام میں متوجہ جانکر اس مقدس جگہ پر اُن دعاؤں کے پڑھنے میں مصروف رہ کر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔ ملاقات کے وقت تک حقیقتِ حالات اور روزانہ واقعات تحریر کرتے رہیں۔ کیونکہ یہ امر بالضرور توجہ عالی کی زیادتی کا باعث ہوگا والسلام

حضرت شاہنشاہ اکبر اعظم کا مراسلہ یورپ کے فلاسفروں کے نام :-

حمد بیحد بادشاہِ حقیقی کی بارگاہ پر نثار ہو کہ اس کی مملکت زوال کے صدمہ سے اور اس کی سلطنت تغیر کے تپانچوں سے محفوظ ہے۔ کل زمین و آسمان کا انوکھا میدان اسکے قطعات تخلیق کا ایک گوشہ اور لامکان کا ناپیدا کنار بیابان اُس کی دنیائے ایجاد کا ایک ٹکڑا ہے (وہ) ایسا مدبر ہے، کہ جس نے دنیا اور دنیا والوں کا نظام و انتظام عادل بادشاہوں کی عقل کی مدد اور منصف حکمرانوں کے انصاف کی اعانت پر منحصر۔ اور اسی سے وابستہ کر دیا۔ (وہ) ایسا اندازہ کرنے والا ہے، کہ جس نے موجودات کے (کل) افراد اور مخلوقات کے (جمیع اقسام) میں محبت والفت کے مراسم۔ اتحاد و اتفاق کی گونج اور یگانگت و اُنسیت کی گرج پیدا کر دی اور بے شمار درود نبیوں اور رسولوں علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام (ہمارے نبی اور دیگر انبیا پر درود وسلام ہو) کے گروہوں کی پاک روحوں کا ہدیہ ہو۔ کہ وہ نہایت صحیح راستے پر چلنے والے اور صراط مستقیم کے رہنما ہیں۔ دیگر انبیاء پر عموماً اور ہمارے پیغمبر صلعم پر خصوصاً (درود ہو)

حمد و نعت کے بعد اہل بصیرت کے قلوب پر جو ولایت (یعنی ولی اللہ ہونا) کے انوار سے روشن اور عقل و حکمت کی شعاعوں سے منور ہیں مخفی اور پوشیدہ نہیں ہے۔ کہ اس عالم سفلی میں جو عالم علوی کا آئینہ ہے۔ کوئی چیز محبت سے افضل نہیں۔ اور نہ کوئی بات دوستی کے مانند قابل قدر ہے۔ اس لئے (کہ کارکنان قضا و قدر نے) محبت اور دوستی ہی پر عالم کی

درستی اور خلق کے انتظام کا انحصار کیا ہے۔ اور جس دل میں کہ محبت کا آفتاب سایہ فگن ہوتا ہے ۵ مدار
جان کے عالم اور روح رواں کی دنیا کو بشریت کی تاریکی سے خالی کر دیتا ہے۔ پس جس وقت
یہ محبت بادشاہوں کے درمیان حقیقی طور سے پائی جائے کہ جن کی درستی دنیا اور دنیا والوں کی
درستی کا سبب ہے پھر تو کیا ہی کہنا۔ اس بنا پر ہماری ساری بلند ارادہ ہمت اس امر پر آمادہ
ہے۔ کہ محبت و الفت کے ضوابط اور اتحاد و اتفاق کے مراسم خلق اللہ کے درمیان مضبوط
اور مستحکم رہیں۔ خاصکر بادشاہوں کے بزرگ گروہ میں جو خداوند عالم کی کثرت عنایت کے
ساتھ مخصوص ہونے کا شرف رکھتے ہیں۔ بالخصوص اس سلطنت مآب (یعنی وہ شخص جس کی
جائے بازگشت حکومت ہے، خلافت (حکومت) کے قبتوں والے۔ باطنی انوار کی جائے
درآمد۔ مراسم عیسوی کے زندہ کرنے والے۔ تعریف و توصیف سے بے نیاز کے ساتھ کہ
جن نے پڑوس کے واسطہ سے نسبت کی ترجیح یقینی۔ اور نامدار بادشاہوں میں سے اس
منتخب کے ساتھ محبت اور ہمسائیگی کے حقوق کا لحاظ ثابت اور مستحکم ہے۔ جانی محبت کے
مقتضیات میں سے شریف تر اور روحانی دوستی کے اسباب میں سے کامل تر ظاہری الفت
و اُنسیت ہے۔ چونکہ زبردست رکاوٹوں اور نہایت اہم وجوہ کی بنا پر جسمانی مشاہدہ کا حاصل
ہونا معرض تاخیر میں پڑا رہتا ہے۔ اور جو امر کہ اس شرف (یعنی مشاہدہ جسمانی) کا قائم مقام
ہو سکتا ہے۔ وہ خطوں اور قاصدوں کا بھیجنا ہے۔ اس لئے کہ صاحبان عقل و دانش
اس کو بات چیت کا جانشین اور باہمی سوال و جواب کا قائم مقام جانتے ہیں۔ امید کہ
متواتر اور پیاپے دونوں جانب سے نامہ و پیام کے دروازے کھلے رہیں۔ اور حالات کی
روداد اور خوشگوار امیدیں دونوں طرف سے آشکارا اور ظاہر ہوں۔ آپ کے روشن دل پر
واضح ہوگا کہ دینی اور دنیوی دونوں جہان اور ظاہری و باطنی عالم کے کل صاحبان دین و
دنیا اور سارے پیروان مذاہب حقہ و باطلہ کے اتفاق سے یہ امر مقرر و معین اور ثابت و
روشن ہے کہ دنیا کا عالم ظاہری عقبیٰ کے عالم باطنی کے مقابلہ میں کیا حقیقت رکھتا ہے اور
دنیا بھر کے دانا اور ہر ملک کے بڑے بڑے لوگ اس ظاہری (یعنی دنیوی) حالتِ فانی
کی تکمیل میں کس قدر اعلیٰ کوششیں اور زبردست خواہشیں کرتے ہیں۔ اور اپنی عمروں کے

لُب لباب اور منتخب اوقات کو ظاہری (یعنی دنیوی) مقاصد کے حاصل کرنے میں کس (اعلیٰ) طریقہ سے صرف کرتے ہیں۔ اور جلد زائل اور متغیر ہو جانے والی لذتوں اور خواہشوں پر کیسے مٹے ہوئے اور ان میں کس درجہ ڈوبے ہوئے ہیں۔ خداوند عالم نے ہم کو محض اپنی ازلی عنایت اور ابدی ہدایت سے۔ اتنے کچھ مشاغل۔ موانع۔ اور (دنیوی) تعلقات کے ہوتے ہوئے اپنی طلب کا درو مرحمت فرمایا ہے۔ اور باوجود اس کے کہ (خدا) اتنے عالی مرتبہ فرمانرواؤں کے ملک ہمارے احاطۂ تصرف میں لے آیا اور عقل کی رُو سے اُن مُلکوں کے انتظام اور درستی میں اس طرح کوشش کرنا چاہئے۔ کہ ساری رعایا اور جملہ خلایق آسودہ حال اور فارغ البال رہے اور اس پر پوری توجہ کرنا لازم ہے لیکن خدا کا شکر ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کی رضا جوئی اور شوق الٰہی اوّلین مطالب و مقاصد میں سے ہے۔ اور چونکہ بہت سے دنیا والے تقلید کے پھندے میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اور جو کوئی اپنے باپ دادا اور عزیز آشنا کا طریقہ دیکھتا ہے۔ بغیر اس کے کہ ثبوت اور دلیلوں پر غور کرے۔ اس مذہب کو جو اس کے متعلقین میں رائج ہوتا ہے۔ اختیار کرلیتا ہے۔ اور تحقیق کی بزرگی سے جو عقل کی تخلیق کا مقصود اصلی ہے۔ محروم رہتا ہے اس بنا پر ہم بہترین اوقات میں جملہ مذاہب کے فاضلوں کے شریک صحبت رہکر ہر ایک کی اچھی باتوں اور بزرگ مقصدوں سے فائدہ اور فیض حاصل کرتے ہیں چونکہ ہمارے آپ کے مابین زبانوں کا اختلاف اور لغات کا فرق ہے لہذا مناسب ہے کہ کسی ایسے شخص کو بھیج کر مسرور فرمائیں جو ان مطالب عالیہ کو اچھے الفاظ میں ہمارے دلنشین کردے۔ اور ہمارے گوش مبارک میں یہ اطلاع پہنچی ہے۔ کہ آسمانی کتابوں مثلاً توریت۔ انجیل اور زبور کا عربی اور فارسی میں ترجمہ کرلیا ہے۔ اگر وہ کتابیں باترجمہ یا بے ترجمہ کہ ان کا نفع عام اور فائدہ مکمل ہو۔ اُس ولایت میں موجود ہوں تو ارسال فرمائیں۔ اس وقت ہم نے دوستی کے مراسم اور اتحاد کی بنیادوں کے استحکام کی غرض سے سیادت مآب۔ فضیلت اکتساب۔ صادق العقیدت و اخلاص سید مظفر کو جو ہماری کثرت عنایت اور مہربانی کے ساتھ سرفراز اور مخصوص ہیں روانہ کیا ہے۔ وہ آپ کے روبرو کچھ باتیں بیان کریں گے۔ آپ اُن پر اعتماد کریں۔ اور ہمیشہ نامہ و پیام کے دروازے کھُلے رکھیں۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ (اور سلام اس شخص پر جو ہدایت کی

پیروی کرے) بتاریخ ۲۰ ماہ ربیع الاول سنہ ۹۹۰ھ لکھا گیا (بلیغ ادیبوں کی اصطلاح میں اس آیت کا لکھنا کافروں کی جانب سلام کا اشارہ ہے)۔

حضرت شاہنشاہ اکبر اعظم کا فرمان اقبالمند۔ عالی گوہر شاہزادہ مراد کے نام کشمیر سے واپسی کے وقت :-

برخوردار سعادت مند۔ دولت و اقبال کی آنکھوں کی ٹھنڈک ۔عظمت و جلال کی پیشانی کے نور۔ مبارکی اور فتحمندی کے تاج کے گوہر۔ سعادت مندی اور حق پسندی کے ہار کے بڑے (وسطی) موتی۔ صاحبِ راستی و درستی ۔شاہزادہ مراد۔ روز افزوں شاہی عنایتوں اور ظل اللہ کی بے شمار مہربانیوں کے ساتھ شرفِ خصوصیت حاصل کر کے معلوم کریں خداوند عالم کا شکر واجب ہے کہ کشمیر کے فرحت بخش میدان کی فوج کشی حسب مراد انجام کو پہنچی ۔اور دولت قاہرہ کے دشمنوں نے اپنے کئے کی سزا پائی۔ اور وہ سدا بہار گلزار مفسدوں اور فتنہ پردازوں کے خس و خاشاک سے پاک ہو گیا۔ باخبر و دانشمند بخت بیدار کی تھوڑی سی رہنمائی سے اس حقیقت سے آگاہ ہو سکتے ہیں۔ کہ ہماری جان اور عقل کے پیدا کرنے والے خدا نے تختِ زندگی پر جلوہ فرمائی کی ابتدا (یعنی شروع پیدائش) اور گدی نشینی اور رواداری کے آغاز ہی سے کیسی کیسی بڑی عنایتیں اور نرالی مہربانیاں جو زمانہ کے حوصلہ میں نہیں سما سکتیں ۔ہمارے حال پر فرمائی ہیں اور مکرر خداوند عالم کی زبردست عنایتیں اور بے شمار بزرگ نوازشیں جو اس فوج کشی میں درگاہ الٰہی کے اس نیازمند کے شامل حال ہوئیں ۔اُن کا شکریہ کس زبان سے ادا کیا جائے ۔اس لئے کہ اُن کے ایک قلیل جزو کی شرح بھی دل کی وسعت آباد میں نہیں سما سکتی اور جب یہ صورت ہو تو اس کثیر میں سے قلیل کی بھی دفتروں میں کہاں گنجائش ہوگی ۔مگر یہ ایک اچھی رسم اور پسندیدہ طریقہ ہے ۔کہ خدا کے برگزیدہ بندے اللہ جل شانہٗ کی بخششوں میں سے تھوڑی بہت اپنی درگاہ کے مخلصوں اور حکومت کے خیرخواہوں کے لئے بیان کرتے ہیں ۔تاکہ پہلے تو بذاتِ۵ خود ان بخششوں کا شکر بجا لائیں ۔اور دوسرے بیابان ۵ بنقد خود؛ گمراہی کے بھٹکے ہوؤں کے اندھیرے راستے میں چراغ روشن کر کے اخلاص و عقیدت کی شاہراہ کی طرف رہبری کریں ۔انہیں عنایاتِ ایزدی میں سے ایک یہ ہے کہ ماہ مرداد الٰہی

(اکبری) اس لئے کہ اکبر بادشاہ نے جس چیز کو ایجاد کیا اُسے آلہ کے ساتھ منسوب کیا چنانچہ گز اکبری کو گز الٰہی کہتے ہیں اور واضح ہو کہ یہ بارہ شمسی مہینے تین قسم کے ہیں (۱) یزدجُردی قدیمی۔ (۲) جلالی سلجوقی (۳) الٰہی یعنی اکبری۔ لیکن ان تینوں میں مہینوں اور دنوں کے نام یکساں ہی ہیں۔ مگر آغاز سال میں ہر ایک کے کچھ تھوڑا سا فرق ہے) ۳۱ سنہ جلوس کی بارہویں تاریخ جبکہ برسات نہایت زوروں پر تھی اور ہوا اور بارش کا طوفان بپا تھا حتیٰ کہ ولایت پنجاب کے سن رسیدہ لوگ ان اطراف میں اس قسم کی بارش کا بہت کم پتہ دیتے تھے۔ محض الفائے ربانی و الہام یزدانی سے ہمارے جہاں کشا دل میں کشمیر کا ارادہ پیدا ہوتے ہی ہم نے کوُچ بولدیا باوجودیکہ کل ارکان سلطنت کی خوشی نہ تھی اور جو لوگ (ہماری غایت عنایت کے ساتھ مخصوص ہو کر) ہماری سلطانی بارگاہ والا میں عرض معروض کرنے کی مجال رکھتے تھے۔ وہ اس انداز سے جس طرح کہ مزاج دان بات کہنے والے عرض کیا کرتے ہیں۔ ہوا کی ناموافقت اور بارش کی کثرت تبلاتے تھے۔ چونکہ اس انوکھے کام میں خداوند عالم رہنما تھا۔ اُن کی گذارش قبول نہ ہوئی۔ اور تاریخ مذکور پر اس طرف روانہ ہو گئے۔ اور عجیب و غریب اتفاقات میں سے ایک یہ واقع بھی ہے کہ جس مبارک دن ہمارے اقبال کے علموں نے لاہور سے کوچ کیا۔ اسی تاریخ بدبخت گنجا۔ مرزا یادگار نابکار۔ مرزا یوسف خاں قریبی رشتہ دار کشمیر کے چند بدمعاشوں سے سازش کر کے باغی ہو گیا۔ اور فتنہ و فساد برپا کیا۔ اور طرفہ تر یہ امر ہے کہ جس دن ہم کشتی میں بیٹھ کر دریائے راوی کو عبور کر رہے تھے۔ غیبی فرشتہ ہماری موتی برسانے والی زبان پر یہ شعر لایا ؎

ہر اک گنجے کو تاج بادشاہی — بھلا ملتا ہے کب حاشا و کلا

(بعید ہے اور ایسا نہیں ہے) اور معاً حاضرین دربار سے استفسار کیا گیا کہ یہ شعر کس کا ہے اور کس نابکار گنجے کی شان میں کہا گیا ہے۔ ہمارے اقبال کے علم چند ہی منزل پہونچے تھے کہ اس بدنصیب گنجے کی بغاوت کی خبر پہنچی سمجھ لیا گیا کہ ہمارے اس نکل کھڑے ہونے میں مشیت الٰہی یہ ہے کہ اس بدکردار کو سزا دے کر خدا کا شکر بجا لایا جائے اس کام کا سر انجام ہو گیا مخلصوں کے اخلاص کا درجہ بڑھ گیا۔ اور منافق گمراہوں کے اخلاص کی

حقیقت معلوم ہو گئی۔ اور عجیب امور میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ جس وقت کشمیر کی شورش اور اُن بد انجام بدبختوں کی گمراہی کی خبر پہنچی۔ خدائے بیچون نے یہ بات ہماری زبان سے کہلوائی کہ اس کے اسی لشکر کی ایک جماعت موقع پاکر اُسے جہنم واصل کر دے گی۔ اور طرفہ تر یہ کہ ہم نے ارشاد فرمایا کہ ستارۂ نورانی سہیل یمانی کے طلوع ہونے کے وقت اس بہتر تائید دالہی، کا ظہور ہوگا۔ اور یہ شعر ہماری زبان مقدس پر آیا ؎

ولد الزنا ہے حاسد میں وہ ہوں کہ میرا طالع ولد الزنا کا قاتل ہے سہیل کیطرح سے

(پہلے مصرعہ میں ولد الزنا سے مراد حرامی اور دوسرے مصرعہ میں حشرات الارض۔ اس لئے کہ جب سہیل یمانی طلوع ہوتا ہے۔ تو حشرات الارض رفتہ رفتہ مرجاتے ہیں) ہم نے مکرر فرمایا کہ جیسے ہی سہیل یمانی طلوع ہوگا۔ اس بدذات کو سزا دی جائے گی۔ اس کی ماں چونکہ طوائف ہے۔ لہذا اس کی اصلیت میں قصور واقع ہوگیا ہے۔ جو اس سے ایسی نازیبا حرکتیں سرزد ہوتی ہیں۔ اور اس ستارۂ اقبال کے نکلنے کے قریب ہی بعض مخلص افغانوں نے جو مخالفین کے گروہ میں شریک تھے۔ کچھ حق اندیش ترکمانوں کے ساتھ ہوکر جو اسی گروہ میں سے تھے۔ اُس خوار و ذلیل کے کاندھے کو اس کے جاہل گنجے سر کے بھاری بوجھ سے ہلکا کر دیا۔ اور خداوند عالم کی بخششوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہم نے یہ کہا تھا کہ شورش کی ابتدا سے لے کر اُس کے راہئی عدم ہونے تک دو مہینے سے زیادہ اور چالیس دن سے کم نہ لگیں گے۔ چنانچہ حساب لگانے والوں نے حساب کیا تو اس کے فتنہ و فساد کی مدت کل اکیاون دن ہوئی اس لئے کہ ماہِ مرداد الہی ۳۷ سنہ جلوس کی بارہویں تاریخ اس کی بدبختی کے آغاز کا دن تھا اور سہ شنبہ ماہ شہریور کی اکتیس تاریخ اس کے جہنم واصل ہونے کا وقت ہے۔ اور جب کشمیر ہمارے اقبال کے علموں کا قرارگاہ بن گیا۔ تو شدت سرما کا آغاز تھا۔ اس ملک کی رعایا کی خوشحالی کی غرض سے کوئی ایک مہینہ تک وہاں قیام رہا۔ اسی اثناء میں ہماری زبان الہام ترجمان پر یہ بات تھی کہ کیا اچھا ہو اگر ہندوستان کیطرف مراجعت کے وقت جب ہماری فتح نصرت افواج پنگلی سے گذریں اس وقت برف پڑے تاکہ ہندوستانی جو ہمارے اقبال کے لشکرگاہ میں داخل ہیں اور انہوں نے برف باری

نہیں دیکھی ہے محظوظ و مسرور ہوں۔ اور سردی کی شدت سے ان گرم ملک کے باشندوں (یعنی ہندوستانی سپاہیوں) کو تکلیف نہ پہنچے اس لئے کہ پگلی کی راہ ایسے مقام پر واقع ہے۔ کہ ادہر تو کشمیر سے ملحق ہے۔ اور ادہر ہندوستان سے ملی ہوئی۔ اپنے پروردگار کی مہربانی پر میں ناز کرتا ہوں۔ کہ مجھ پر کیسی کیسی نوازشیں کرتا ہے۔ انہیں ایام میں اس بات سے ایک مہینہ کے بعد جبکہ مابدولت پگلی سے گذر رہے تھے۔ اثناء راہ میں برف باری شروع ہو گئی اور اس روز دو تین مرتبہ برف گری اور گمراہوں کے لئے سرمہ بینائی بنی۔ خداوند عالم کے شکر کے مراسم کس طرح بجا لا سکتا ہوں اور اللہ جل شانہٗ کی اس قدر مہربانیوں کے شامل حال ہونے کے بعد اقبال خداوندی کی رہنمائی سے۔ دے ماہ الٰہی کی اُنیسویں تاریخ لاہور میں نزول اجلال واقع ہوا۔ چونکہ خدا کی مہربانی سے ان اطراف کی مہمات انجام پا گئیں۔ خاطر اقدس میں یہ بات آتی ہے۔ کہ چونکہ ہندوستانی رعایا جو ہمارے دیدارِ نور بخش کی خوگر تھی۔ ایک مدت تک (دیدار سے) محروم رہے۔ اُن کی خوشی و خرمی کی غرض سے نوروزِ عالم افروز سے پیشتر جس میں کچھ اوپر دو مہینے باقی تھے۔ تائید الٰہی سے ہندوستان کی طرف مراجعت کریں۔ اور کبھی ہمارے دل الہام منزل میں یہ بات آتی ہے کہ جشن نوروز سے فارغ ہونے کے بعد یہ کشور کشا خیال دل کے نہانخانہ سے نکل کر ظہور کے تخت پر آئے۔ لازم ہے کہ خداوند کی ان زبردست بخششوں کا شکر بجا لا کر ہمیں دلشاد کریں۔

حضرت شاہنشاہ اکبر اعظم کا فرمان سپہ سالار خانخاناں ولد محمد بیرم خاں کے نام:۔

راجہ بیربر کی وفات پر خلافت و حکومت کے قوت بازو سلطنت و ملک گیری کے معتمد علیہ۔ شجاعت و اقبال مندی کی انگشتری کے نگینے۔ حقیقت و جاں نثاری کے موتی کی چمک دمک۔ بازوئے شاہنشاہی کی برہنہ تلوار۔ دشمن کشی کے معرکہ کا صیقل کیا ہوا نیزہ شان و شکوہ کی آستین کے نقش و نگار۔ دولت و اقبال کے تخت کے موتی ظل اللہ کے رازوں کا خزانہ معرفت ایزدی اور (بادشاہی) خیر خواہی کے اطوار کا مجموعہ۔ ملک گیری کے معرکوں کے ہراول۔ کریم تنہائی اور مقصدوری کی مجلسوں کے (سامان عیش و طرب کی فراہمی کی) پیشگی (رباسائی) مابدولت کے انیس خلوت (ہمارے) نشاط و سرود کے خاص الخاص

محرم راز۔ دارالحکومتِ دانش کے رفیق راہ۔ فرح بخشی کے آباد گھر کی مئے ناب کے ہم پیالہ بادہ
نوش۔ بزرگانِ کرام کے سپوت۔ بزرگیوں اور بلندیوں کے ہار کے بڑے موتی۔ عنایتِ (شاہی)
کے منظور نظر۔ پاک اثر (سلطانی) نوازشوں کی جائے ورآمد عالی مرتبہ سرداروں کے سرگروہ
نیکبخت ارادت مندوں میں سے منتخب۔ یار وفادار فرزند کامگار مبارز الدین (لقب خانخاناں
یعنی دین کی حمایت میں لڑنے والے) سپہ سالار خانِ خاناں۔ بزرگ شاہانہ عنایات اور زبردست
خسروانہ نوازشات کی بہتات سے ممتاز ہونے کی عزت اور اعانت خواہی کا شرف حاصل کرکے
معلوم کریں کہ اس عیش و نشاط کے زمانہ اور خوشی و خرمی کے وقت میں جبکہ خوشی کے سامان مہیا
اور بے غمی کے دروازے کھلے ہوئے تھے۔ اور ہمارے الہام کے سننے والے کانوں میں ہر
طرف سے فتح و نصرت کی خوشخبریاں پہنچ رہی تھیں قسمت سے اُس فوج ظفر موج کو جو ولایت سواد و بجوڑ
کے فتح کرنے کے لئے مقرر کی گئی تھی۔ سخت چشم زخم (عین الکمال یعنی اثرِ نظر بد) پہنچا۔ باوجودیکہ
تمام علاقہ مذکورہ احاطۂ تصرف میں آچکا تھا۔ ملعون افغان پہاڑ کے دّروں میں چھپے بیٹھے تھے
اور سردارانِ لشکر بلا لحاظ مآل اندیشی پیچھا کئے چلے جاتے ہیں۔ اور ان بدبختوں میں سے اکثروں
کو قتل و غارت کرکے (اپنے سالار اعظم کی) آستان بوسی کے لئے چلے آتے ہیں۔ چونکہ ایک
شدنی بات پردہ غیب سے ظاہر ہونے والی تھی لشکر کے دانشمندوں کے ہاتھ مال اندیشی
کی باگ چھوٹ گئی (اور یہ لوگ) بے وقت لدے پھندے دشوار گذار گھاٹیوں میں چلے جاتے
ہیں۔ رسالوں کی ترتیب بگڑ جاتی ہے۔ اور ٹیلوں کی طرف سے وہ ناعاقبت اندیش کچھ دست
درازی کرتے ہیں۔ لوگ بدحواس ہوکر راستہ بھول گئے۔ ایک کثیر جماعت پہاڑ سے گر
پڑتی ہے (فعل ماضی کی بجائے جو فعل حال استعمال ہوا ہے۔ اُسے حال حکایتی کہتے ہیں۔
اور مذکورہ جیسے موقعوں پر اُس کا استعمال مستحسن ہے) اسی اثناء میں رازداروں میں سے
بہترین رفیق۔ مصاحبوں میں سے منتخب۔ عالی فطرت۔ بے مثالی کے فرمان کا سرنامہ۔ ے زبدہ
مقربانِ بارگاہ میں سے برگزیدہ۔ خیر خواہ ملازموں کا لُبِ لباب۔ بارگاہ سلطانی کی محفل آراستہ
کرنے والا۔ دانشمندی کی باریکیوں کا سمجھنے والا مجلس خاص کا مسرت بخش ہمدم۔ اخلاص و
وفا کی خلوت کا محرم عشق و محبت کے رموز کو رونق بخشنے والا سچی دوستی اور حقیقی ارادتمندی

کے گلزاروں کا باغباں۔خدا طلبی اور خدا جوئی کے راستہ کا بے قرار طالب درست کرداری
اور راستبازی کے اطوار کا عاشق۔انشاپردازی کے بیل بوٹوں کا نقاش۔ہمنشینی و تقریب کی
بارگاہ کا نکتہ سنج۔اسرار سلطانی کا نکتہ رس۔شاہی مزاج دانی کی دنیا کا رمز شناس۔دشوار پسند
طبیعت کی گرہیں کھولنے والا۔فلک مرتبت دل کو صیقل کرنے والا۔نکتہ سازوں کی جماعت کا
سردار سخن پردازوں کی محفل کا صدر۔مجلس اُنس کا ہمنشیں۔مقدس خلوت کا مونس۔دانشمند
مصاحب راجہ بیربر نے جو ہماری محبت میں اپنے آپ کو (ہارچکا) مٹا چکا تھا۔اور فدا ہونے
سے پہلے ہمارے اخلاص کی راہ میں خود کو قربان کر چکا تھا۔دنیوی تعلق کے باوجود (دنیا سے)
انتہائے بے تعلقی رکھتا تھا۔اور ظاہری وابستگی کے ہوتے ہوئے سراسر وارستگی کی تحریر رکھتا تھا
(یعنی آزادہ رو تھا) دفعتہً اس عالم فانی اور تاریک خرابہ سے قیام کا سامان باندھ لیا۔(یعنی کوچ کی
تیاری کردی) اور اس کا قالب عنصری چکنا چور ہو گیا۔اور وہ راہ اختیار کرکے جس پر سب کو چلنا
ہے۔پوشیدگی کے حجاب اور عدم کے نقاب میں چھپ گیا۔اس روح فرسا حادثہ اور اس غم فزا
واقعہ سے بزم فلک مثال کا عیش تلخ اور دل دریا بار غبار آلود ہو گیا۔اگرچہ وفا اور دوستی کی
شاہراہ کے تیزرووں کی معراج (انتہائی ترقی) یہ ہے۔کہ اپنے ولی نعمت کے کام میں اپنی جان
کو قربان اور فدا کردیں لیکن امید یہ تھی کہ اعلیٰ خدمات اور زبردست مشکلات کے موقعہ پر یہ امر
ظہور پذیر ہوگا۔اس ناگہانی مصیبت کے رونما ہونے سے بے انتہا صدمہ پہنچا۔اور طرح طرح
کا رنج و ملال ہماری خاطر اقدس کو لاحق ہوا۔افسوس صد ہزار افسوس کہ اس خمخانہ (دنیا) کی شراب
میں تلچھٹ ملی ہوئی ہے۔اور اس شکرستان کی مصری زہر آلود ہے دنیا پیاسوں کو فریب دینے
والا سراب ہے۔اور یہ منزل بلندی اور پستی سے بھری ہوئی ہے۔اس بزم کی مستی کے
بعد خمار (یعنی نشہ کا اتار) اور اس ملک کی صحت کے بعد (موت کا) بخار ہے بعض رکاوٹوں عاقبت ابن سواد
نے جس سے مراد سفیر اور غیر لوگوں کا آنا ہے۔اتنا موقعہ نہ دیا کہ خود جا کر اس کی نعش کو ظاہر کی واسطہ
آنکھ سے بھی دیکھ لیتے اور ہماری وہ نوازش اور مہربانیاں جو اس کے حال پر تھیں ظاہر فرماتے
تاکہ ظاہر بین لوگوں پر ہماری عنایت و التفات کی کیفیت آشکارا ہو جاتی کہ جب کسی نے
ہماری ارادت و اخلاص کا راستہ اختیار کیا۔تو ہم اُسے کس درجہ عزیز رکھتے ہیں۔اگرچہ دل

کی آنکھوں سے ہمارا یہ مقصود (یعنی اس کی نعش پر جانا) اہل حقیقت کے دلنشیں ہو چکا ہے لیکن کام چونکہ عوام الناس سے ہے یہ حسرت دل میں رہ گئی۔ **شعر**

کونسا دل ہے کہ جو اس واقعہ سے خوں[۵۱] نہیں　　کونسی آنکھ اس مصیبت کے سبب میگوں[۵۲] نہیں

یہ مٹی کا ڈھیر (یعنی دنیا) چھوٹنے اور چھوڑ ہی دینے والا ہے۔ اور یہ تاریک گڑھا (مُردوں سے) بھرنے اور پاٹ دیئے جانے ہی کے قابل ہے۔ رشتے سب ٹوٹنے ہی والے ہیں۔ اور مصیبتیں سب جھیلی ہی جانے والی ہیں۔ اگرچہ اس ملک عدم کے مسافر کا خیال ہر گھڑی پیش نظر رہتا ہے اور اس عالم جاودانی کے مجاور کے اخلاق حسنہ ہر دم یاد آتے ہیں۔ اور اس کے قالب عنصری کے ٹوٹ جانے اور کالبد جسمانی کے پوشیدہ ہو جانے سے ظاہر ہے کہ دور بین نظریں اور حقیقت گزین عقل کے نزدیک کیا فرق ہوگا؟ لیکن عالم بشریت پر نظر کرتے ہوئے جو عناصر اربعہ اور موالید ثلاثہ کی ترکیب (جسمانی) کا اقتضا ہے۔ اُس فرد لاثانی کی ظاہری مفارقت سے ہمارے دل پر ایسے زبردست رنج والم کے آثار ظاہر ہوئے کہ الفاظ اس حالت کے بیان سے قاصر ہیں۔ اور اشارات اس کے اظہار کے ناقابل لیکن حقیقت کی نظر اور دل کی آنکھ سے دکھائی دیتا ہے۔ کہ جو کچھ پردۂ عدم سے وجود میں آتا ہے۔ اور وجود کے گروہ سے پھر عدم میں جاتا ہے۔ نظام کائنات کے ذمہ وار (یعنی خداوند عالم) کی مشیت سے ہوتا ہے لہذا فریاد و فغاں سے خاموشی بہتر ہے۔ اور ہائے وائے سے صبر انسب[۵۳]۔ اس صورت میں قضا و قدر کے فیصلہ پر تسلیم و رضا اختیار کرنے کے سوا اور کوئی صراط مستقیم نہیں ہے مناسب ہے کہ وہ رکن السلطنت بھی صبر کا طریقہ اختیار کر کے اپنے ارادہ (یعنی گریہ وزاری) سے باز رہکر مشیت ایزدی سے موافقت کریں۔ اور بقیہ متبرک سانسوں کو خداوند کے پسندیدہ کاموں میں صرف کریں۔ اور ایک منٹ کے لئے حق شناسی کی فکر اور حق جوئی کے ذکر سے خالی نہ رہیں (مکتوب الیہ) خود جانتے ہیں کہ جو لوگ تقلید کی قید سے آزاد ہو کر تحقیق کی منزل پر پہنچے ہیں۔ وہ ہر زمانہ میں بہت ہی کم ہوتے ہیں۔ اس وقت فرض یہ ہے کہ اس زبردست بخشش کے شکر کے وظیفوں کی ادائیگی میں مصروف رہکر کہ تحقیق کے شیریں چشمہ سے کافی حصہ پایا ہے۔ ہماری ذات بابرکات کو بہت غنیمت شمار کریں۔ اور سوچیں کہ قبل ازیں کہ وہ فنافنا

[illegible] ۵۳ [illegible] ۱۲

کاسالار (بیربر) اس مصیبت کدہ سے اقامت کا کجاوہ کسے وہ یار وفادار (یعنی مکتوب الیہ)
محرمان راز کے پیشوا رہے ہیں۔ اور ہم ان کو اُس وقت (یعنی بیربر کی زندگی میں) اللہ تعالٰے
کی عنایات جلیلہ میں سے شمار کرتے تھے۔ اب خود ہی خیال کریں کہ اس وقت اُن کا وجود کس
قدر غنیمت ہوگا۔ حق سبحانہٗ و تعالٰے ان کو ہماری لازوال سلطنت کے سایہ میں کامیاب
فرمائے۔ اور ہمیں اُن کی نیک بختی کے سر پر اقبال مندی کے ساتھ برقرار رکھے۔ حاصل کلام
اس عجیب حادثہ کے رونما ہونے کے بعد مرحوم کی قائم مقامی کی غرض سے عمدۃ الملک راجہ
ٹوڈرمل کو فرشتوں کے گروہ والے لشکروں کے ہمراہ متعین کر دیا۔ اور وہ انتہائے جوانمردی اور
دانشمندی سے تھوڑی ہی مدت میں پورے طور پر (سرکشوں کی) گوشمالی کر کے اس ملک کو احاطۂ
تصرف میں لے آئے۔ الحمد للہ کہ ان اطراف کی مہمات سے بالکل اطمینان حاصل ہوگیا۔ انشاءاللہ
تعالٰے عنقریب ہی دار الخلافت عالیہ ہمارے اقبال کے سراپردہ کا خیمہ گاہ بنے گا۔ اس وقت
جبکہ خاطر اشرف نہایت پریشان تھی اس رُکن السلطنت کی درخواست پہنچی۔ چونکہ اسکی پیچیدگیوں
(یعنی مطالب سے محبت و اخلاص کی خوشبوؤں کی لپٹ آرہی تھی۔ اور اس کے مضامین سے
وفاداری اور بندگی کی خوشبوؤں کی مہک نکل رہی تھی۔ لہٰذا اس کا سننا اطمینان کا باعث اور
خاطر اقدس کی چنگاریوں کے ٹھنڈے ہو جانے کا سبب ہوا۔ تسخیر دکن کے بارہ میں جو کچھ رائے
قائم کر کے مفصل تحریر کیا تھا۔ وہ ہم پر واضح ہوا اور ہر بات نے ہماری تحسین کا شرف اور
پسندیدگی کی عزت حاصل کی۔ ان کی انتہائے دانشمندی اور غایت جوانمردی کے سبب
وہ وقت قریب ہے کہ صوبہ گجرات کی طرف سے حسب تحریر مطمئن ہو کر نہایت خوبی کے ساتھ
(وہ) ملک دکن کو فتح کریں اور جلد سے جلد تمام ہاتھی اور اُس ملک کی اشیائے نفیسہ بذات
خود ہمارے ملاحظہ اشرف سے گذرانیں۔ اور اُن کی وہ مراد جو اُن کے دل میں جاگزیں ہے برائے
اور گنگا کی خطاؤں کی معافی اور اس کے اور جگنات و شاہم خان وغیرہ کے نام فرمان
عنایت نشان صادر ہونے کے بارہ میں جو کچھ بطریق سوال تحریر کیا تھا۔ وہ درجہ قبولیت پر پہنچا
اور فرمان عالیہ نے استدعا کے مطابق عزت صدور حاصل کی اور یقین ہے کہ (آپ) جو محال
(علاقہ) گنگا کے لئے مقرر کریں گے۔ اس کی خدمات کے لائق اور وقت کی حالت کے مناسب

ہوگی اور امین خان کے بیٹوں اور جام بیگ اور گنگا کے متعلق جو خیال کیا ہے۔ تو اگر وہ خود آتے تو بہتر و انسب تھا۔ بہر حال جو کچھ مقتضائے وقت ہو اس پر کاربند ہوں اور معتمد فیلبانوں کے روانہ کرنے کی بابت جو التماس کیا تھا وہ بھی قبول ہو گیا۔ اور شیخ ابراہیم سیکری وال کو صوبہ گجرات میں بھیجنے کے بارہ میں جو استدعا کی تھی تو اُس رکن السلطنت کو معلوم ہے۔ کہ جس وقت ما بدولت و اقبال دار الخلافت عالیہ میں موجود ہوتے ہیں۔ تو ان اطراف (یعنی آگرہ) کے زمینداروں کے معاملات کا انصرام اُنہیں کے سپرد ہوتا ہے۔ اور ان کے گجرات جانیمیں اس قدر فائدہ متصور نہیں ہے کہ یہ خدمات معطل رہ سکیں۔ اور اپنے بیٹوں کی بابت جو تحریر کیا تھا۔ کہ جب وہ رکن السلطنت خود تسخیر دکن کے لئے جائیں۔ تو ان کو کہاں پر چھوڑیں؟ یا ہماری خدمت میں بھیجدیں۔ تو اُن کا اور اُن کے دلبند فرزندوں کا تعلق اس خاندان معلیٰ سے نہیں ہے۔ کہ اگر وہ دربار کی خدمت پر متعین نہ ہوں تو منٹ بھر کے لئے بھی ہماری آنکھوں سے اوجھل ہوں۔ بے تکلف ہمارا دل یہ چاہتا ہے۔ کہ وہ اور ان کے فرزند ہمیشہ ہماری آنکھوں کے سامنے رہیں۔ ہمارے فتحمند جھنڈوں کے کوچ کی خبروں پر کان لگائے رہیں۔ اگر ابھی جلد ہی دار الخلافہ کی طرف ہماری واپسی ہو بہترین صورت یہ ہے کہ اپنے بیٹوں کو ہماری خدمت میں بھیجدیں۔ اور اگر یہ خبر ملے کہ ہم کچھ مدت کے لئے پنجاب کے سیر و شکار میں مشغول ہیں۔ تو چونکہ رستہ کی دوری درمیان میں ہے۔ لہذا اُنہیں گجرات ہی میں یا اور کسی اطمینان کی جگہ چھوڑ کر خدمات متعلقہ پر روانہ ہو جائیں۔

حضرت شاہنشاہ اکبر اعظم کا فرمان سپہ سالار خانخاناں کے نام ۔

ممالک عظمیٰ کے قوت بازو۔ خلافت کبریٰ کے معتمد علیہ۔ سلطنت قاہرہ کے رکن۔ روشن حکومت کے بازو۔ اچھی عادتوں اور پسندیدہ خصلتوں والے۔ ظاہری اور باطنی کمالات رکھنے والے۔ بلند مرتبہ سرداروں کے سرگروہ۔ یار وفادار فرزند کامگار۔ مبارز الدین (لقب خانخاناں یعنی دین کی حمایت میں لڑنے والے) (عبد الرحیم) خانخاناں سپہ سالار شاہانہ عنایات اور خسروانہ نوازشات کی کثرت کے ساتھ ممتاز و مسرور ہو کر معلوم کریں۔ اس مبارک آغاز اور مبارک انجام وقت میں جبکہ اُس ماہ کی آخری تاریخیں جس میں آفتاب برج حوت میں رہتا ہے اور بہار کا آغاز

ہے۔ اور شب و روز کے اعتدال کا زمانہ۔ راقم اپنی (خاطر فیض بخش کو طرح طرح کی تازہ مسرتوں کی جائے ورود اور قسم قسم کی بے شمار کیفیتوں کا مقام صدور پاتا ہے۔ آب وہوا کی تازگی اور خوبی مرتبۂ اعتدال پر۔ اور نشو و نما کے چمن زار کی شگفتگی اور تازگی درجہ کمال پر پہنچ گئی ہے۔ نوروز کے نقارہ نے عالم افروزی اور جہان آرائی کا غلغلہ گنبد گردوں میں بلند کیا ہے آفتاب عالمتاب عناصر اربعہ و موالید ثلاثہ کے مزاج کا فیض رساں بن گیا۔ صبا کی جنبش افسردہ جانوں کے شوق کی زنجیر ہلانے لگی ہوا کی تازگی اہلِ ذوق کے دلوں کو تازگی بخشنے لگی۔ بہار کی ہوا نے مٹی پانی کی دنیا کے نوخیزوں (یعنی درختانِ نورستۂ پُر گل و میوہ) کی زندگی کے قالب میں رُوح نباتی پھونک دی۔ اور ابر بہار نے لشکر بہار کے نئے (منزل پر) پہونچنے والوں (یعنی سبزہ نو دمیدہ) کے پاؤں سے راستہ کی گرد کو دھو ڈالا۔ پانی (کے برسنے یا آبشاروں کے گرنے) کی آواز نے ہزار ہا روشن معنی دریا دل عارفوں کے گوش ہوش میں پہنچائے۔ زمین والوں (یعنی اجسام نباتات و حیوانات) پر آسمان والوں (یعنی سبع سیارہ) کی مہربانی کی نظریں اور پرورش کی علامتیں پھر تازہ ہوگئیں۔ آبائے علوی (یعنی افلاک و سبع سیارہ) نے اُمہات سفلی (یعنی عناصر اربعہ اور ساتوں ولایتوں کی زمینوں) کے ساتھ نئے سر سے نظام و انتظام حاصل کیا۔ موالید ثلاثہ کو ستاروں کے ساتھ نیا ربط ضبط پیدا ہو گیا۔ **شعر**

قوائے نامیہ ہستی کے کارخانے میں ہزار نقش پسندیدہ کرتی ہے ایجاد

(قوا اگرچہ قوت کی جمع ہے لیکن یہاں واحد کی بجائے لفظ جمع استعمال ہوا ہے) (یعنی رنگارنگت کی نباتات اور سبزہ و گل پیدا ہو رہے ہیں) سبزۂ نو دمیدہ کی زبان ریاکار فریبی زاہدوں سے بزبانِ حال خطاب کرتی ہے۔ **رباعی**

زاہد کھلے پھول پر تو پژمردہ ہے چلتی ہے ہوا تو پائے افسردہ ہے
گرمی سے مہر کی پہاڑوں میں (دیکھ) ہیں چشمے رواں مگر تو افسردہ ہے

(پائے افسردہ ہے یعنی زمین میں پاؤں گاڑے بیٹھا ہے) دلکش درختوں کے پتوں کے لبوں نے محنت و رنج کے گوشہ میں بیٹھ کر غفلت کے ساتھ زندگی گذارنے والوں کو وقت کی زبان سے یہ موزون ترانا سنایا۔ **رباعی**

خورشید کے فیض سے مقاصد ہیں ملے　　شاخ شادی نے دیدئے ہیں میوے
دیکھو میووں کو شاخوں نے کیسے دئے　　گرمی سے مہر کی یہ تازے میوے

(حلوائے تر سے تازہ اور شیریں میوے مراد ہیں۔ اور آتش بے دود کنایہ ہے آفتاب سے اور ظاہر ہے کہ میوے آفتاب سے پکتے ہیں) دانشوروں پر ظاہر اور ہوشمندوں کو معلوم ہے۔ کہ اس وقت جبکہ آفتاب کے فصل بہار کے نقطہ اعتدال (یعنی دائرہ معدل النہار اور دائرہ منطقۃ البروج کے مقام تقاطع یعنی راس برج حمل) پر پہونچنے کا وقت ہے خطۂ خاک (دنیا) کے غبار آلودہ افراد (یعنی نباتات وجمادات وحیوانات پر عالم بالا کے مقدس نفوس (یعنی آفتاب اور دیگر سیاروں یا کارکن فرشتوں) کی مہربانی اور عنایت کی نظر کس درجہ زیادہ ہو جاتی ہے۔ ان رنگا رنگ بخششوں کا شکر ادا کرنے ہیں (بہت سے سجدوں کی ضرورت ہے۔ دیکھئے ان میں سے) بارگاہِ بے نیازی کے زاری کرنے والوں کا کونسا عاجزانہ سجدہ قبول ہو۔ (ایا یہ کہ ایسی زبردست نعمتوں کے شکرانہ میں ایک سجدہ بھی ایسا نہیں معلوم ہوتا کہ قبول ہو۔ علیٰ ہذا القیاس فقرہ آیندہ) اور (وہ) کونسی نیازمندانہ فریاد (ہو جو) شرف اجابت سے ممتاز ہو۔ **بیت** ۵ صبحہ

نہ تنہا سجدۂ سر دمبدم ہو　　مرا ہر موئے تن سجدہ میں خم ہو

ایسی اچھی فصل اور ایسے دلکش اور لطف کے زمانہ میں جبکہ شاہانہ دادگستری کی خوشبوؤں سے اہل عالم کا دماغ معطر اور خسروانہ انصاف پروری کی مہک سے اہل جہان کا مشام (دماغ) بسا ہوا ہے۔ مسرت کے سامان مہیا اور بے غمی کے دروازے ہمارے اقبال کے چہرے پر کھلے ہوئے ہیں۔ زمانہ ہردم ہمارے بشارت (خوشخبری) سننے والے کانوں میں ایک نہ ایک فتح کا مژدہ پہنچاتا ہے۔ اور آسمان از روئے محبت ہر گھڑی کسی نہ کسی کامیابی کی خوشخبری تمام عالم کے گوش گزار کرتا ہے۔ سلطنت پناہ عبداللہ خاں کا سفیر ہماری درگاہِ آسمان جاہ میں پہنچا اور طرح طرح کے نفیس ہدیے اور قسم قسم کے اعلیٰ تحفے نظر اشرف سے گذرانے اور (عبداللہ خاں نے) کئی قسم کے سلطان حسین مرزا کے کبوتروں کی اصل ونسل کے اور دیوان بیگی کبوتروں کی روانگی کو اتحاد و یگانگت کے اسباب کا ضمیمہ بنایا (یعنی اور تحفوں کے ساتھ کبوتر بھی بھیجے) اور فی الحقیقت پری پرواز کبوتروں کا مشاہدہ اور کبوتر باز نوجوانوں کا آنا

خاطر مبارک کی مسرت کا باعث ہوا خصوصاً حبیب کبوتر باز کا آنا جو ماوراء النہر کبوتر بازوں کا سرگروہ بلکہ دنیا بھر کے ہنرمندوں کا گرو گھنٹال ہے۔ ایسا کامل کبوتر باز ہے کہ انڈے کے اندر زردی اور سفیدی کے ملنے سے پیشتر سمجھ لیتا ہے کہ یہ کبوتر کتنے چرخ کھائے گا۔ اور اس سے پہلے کہ طبیعت کا تربیت کرنے والا (یعنی خود طبیعت) روح حیوانی کو سوراخ کی مدد کے بغیر انڈے کے اندر کبوتر کے قالب میں پہنچاتا ہے۔ وہ معلوم کر لیتا ہے کہ اس کبوتر کی اڑان کتنی ہے۔ کبوتر کا فن تشریح (تشریح وہ فن ہے جس میں آدمی وغیرہ کے تمام اعضا کی حقیقت بیان کی جاتی ہے۔ اور جالینوس جس کا زبردست ماہر گذرا ہے) جاننے میں اپنے وقت کا جالینوس اور کمال کے سمجھنے میں افلاطونِ عصر ہے۔ کبوتروں کے شاخ در شاخ نسبوں کو اس سے زیادہ جانتا ہے جتنا کہ نقیب خاں خلایق کے گروہوں کے نسبوں کو جانتا تھا۔ قبل علی سے (جو ایک ماہر کبوتر باز گزرا ہے) اس کو کیا نسبت کیونکہ وہ اپنے فن میں بوعلی سینا کی طرح ماہر و کامل) ہے۔ عبداللہ خاں نے اندجان اور ان اطراف سے طلب کر کے کل کے کل دیوان بیگی وغیرہ کبوتر میر قریش کے ہاتھ بھیج دیئے۔ نہ جانے ماوراء النہر میں کچھ اور بھی کبوتر بچے۔ سارے کبوتر صحیح و سالم یہاں پہونچ گئے۔ اُن کی تعریف و توصیف اس سے کہیں دور ہے۔ کہ قلم کا کبوتر اس کی فضا میں پرواز اور زبان کا پُر نقش و نگار طاؤس رقص کر سکے۔ مثنوی

ہر کبوتر ہے با نمایش ناز	جیسے ہو مرغ شوق در پرواز
گرم خو مغز شتاب کے مانند	دُور رَو مثلِ فکرِ دانشمند
قطع کرتے ہیں راہ چرخ و زمین	اُن کا دانہ ہے خوشۂ پروین
سب میں گرم بلند پروازی	چرخ سے اُن کی بڑھ گئی بازی

حق یہ ہے کہ جب سے بازوؤں والے پرند (یعنی فرشتے) عرش کے آشیانہ سے پرواز کر رہے ہیں۔ ان جیسے کبوتر کسی کبوتر باز کے گھر سے نہیں اُڑے۔ اور زمانہ کے مشہور اور نامی کبوتران جگہ کاٹنے اور قلا کھانے والے کبوتروں کے مقابلہ کی فضا میں برابری کے پر نہیں کھول سکتے (یعنی پرواز میں مقابلہ نہیں کر سکتے) اگرچہ وہ یارو فادار بظاہر شرف ہمنشین اور

عزتِ حضوری سے محروم ہے لیکن ہمیشہ ہر حالت میں بالخصوص فرحت و مسرت کے وقت ہماری نظر خورشید اثر کے روبرو رہا۔ اُس رکن السلطنت کو ہم بہت یاد کرتے ہیں۔ اور جس روز کہ کبوتران مذکور ملاحظہ عالی سے گذر رہے تھے اور ہمارا عالم ملکوتی کی سیر کرنے والا دل ان کے مشاہدہ سے مسرور و شاداں ہوا تھا۔ اُس ممالک عظمیٰ کے قوت بازو کو اور اس کام میں اس کی باتوں کو ہم بہت یاد کرتے تھے۔ اسی اثناء میں ان زیرک پری نژادوں (یعنی کبوتروں) کے دل میں ایک اندیشہ پیدا ہوا اور زبان حال سے اپنے پیغاموں کی گذارش کا التماس کیا۔ ان کے التماس کو قبول کرنے کے طور پر قلم جواہر رقم سے تحریر کیا جاتا ہے۔ کہ کبوتر جو گروہ گروہ ہیں ان کے سردار سلام و پیام عرض کرتے ہیں۔ **بیت**

سلیماں کا جو منظور نظر ہو　　پرندوں کی زباں سمجھے نہ کیوں وُہ

(اکبر کہتا ہے کہ اے خانخاناں میں سلیمان ہوں۔ اور تو میرا منظور نظر ہے تو پرندوں کی بولی کیونکر نہ سمجھے گا۔ اس بنا پر تجھے کبوتروں کا پیام لکھتا ہوں۔ حضرت سلیمان کا قصہ تو مشہور ہی ہے کہ جن و انس وطیور اُن کے مطیع تھے۔ چنانچہ ہُدہُد و سلیمان کا مکالمہ تو خود قرآن شریف میں مذکور ہے) خصوصاً وہ جوانوں کے سے کام کرنے والا (یعنی پٹھوں کی طرح تیز پرواز) بوڑھا پرنگار نامی ہیکل۔ پرہنر (تمہاری خدمت میں) ایسا سلام پہنچاتا ہے۔ جو عاشقانِ حقیقت کے دلوں کو رقص میں لائے۔ بلکہ آسودہ خاطر ساکن دلوں کو جھماوے بلکہ نچاوے۔ اور (سلام کے بعد اپنا یہ پیام) عرض کرتا ہے کہ جب دولت و اقبال کے رہنما نے ہمارے خلوص عقیدت اور صفائی نیت کے اقتضا سے صبح کی دعاؤں کے وسیلہ سے ہماری حالت پر ترحم فرماکر تائید ایزدی کی اعانت سے ایسے شاہنشاہ کی درگاہ عالم پناہ میں پہنچا کر جس کے تمام کاموں کی بنیاد خداوند تعالےٰ کی مرضی پر ہے۔ اور جو قدر شناس بھی ہے۔ اس آرزومند کے کاشانہ دماغ میں شوق جوانی کا غلغلہ ڈال کر نئی زندگی اور بے قیاس کامیابی بخشی ہے۔ تو اس بارگاہ کے ہوا خواہوں اور اس درگاہ کے خیر سگالوں سے بالخصوص اُس عشق اندیش (یعنی عشق باز یعنی کبوتر) خداکیش (یعنی خانخاناں) سے جو اس بادشاہ گیتی پناہ کے بہترین ارادت مندوں اور منتخب مخلصوں میں سے ہیں۔ عرض ہے کہ ہمارے خاندان سے نسبت رکھنے والوں کے بارہ میں

سے جہانبانی

اشارتاً یا کنایتاً حسن طلبی نہ فرمائیں اور ہمارے اصیل ونجیب قبیلہ کی جمعیت میں سنگ تفرقہ نہ پھینکیں (یعنی ہم سے کچھ کو طلب کر کے ہماری باہمی مفارقت کا سبب نہ بنیں) اس لئے کہ ہماری جماعت کی غایت تمنا یہ ہے۔ کہ توفیق الٰہی سے حضرت شاہنشاہ کی خدمت میں اچھے اچھے ہنروں کا اظہار کر کے اور طرح طرح کے کمالات اور رنگ برنگ شعبدے دکھلا کر اپنی گذشتہ عمر کی تلافی اور معاوضہ کر لیں۔ اور دوسری کبوتری۔ لطافت کے خاندان کا خلاصہ دولت کے گھرانے کا انتخاب۔ میرے رنج وملال کی دُور کرنے والی۔ بوڑھوں کی صورت اور جوانوں کی سی سیرت رکھنے والی۔ سبزکھی نامی جو سر سبز نامی کبوتر کی شہرہ آفاق اور تعریف سے بے نیاز حقیقی بیٹی ہے۔ سلام محبت آگین پہنچاتی ہے اور عرض کرتی ہے کہ بڑی تمناؤں کے بعد ایک مدت مدید میں آستان بوسی کی سعادت سے مشرف ہو کر زلیخا کی طرح جوانی کی تمنا دل میں پیدا ہوگئی ہے۔ اور چاہتی ہے کہ اپنے بال بچوں سمیت ہماری خدمت میں حاضر رہکر وہ پسندیدہ خدمتیں بجالائے جو ہمارے دل کو فرحت ظاہری و باطنی اور مسرت بخشنے والی ہوں اگرچہ ایک زمانہ تک معشوقی میں مشہور رہی تھی۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ انجام کار ایسے معشوق (یعنی اکبر اعظم) کی عاشقی سے سرفراز ہوئی۔ درگاہ عالم پناہ کے سارے طالبوں اور عاشقوں سے بالخصوص اس طالبوں کے سرگروہ سے یہ توقع ہے۔ کہ خواہش کے سر کو صبر کے دامن میں لپیٹ کر ایسی ہوا وحوس کی اجازت نہ دیں جو ہماری خوشی وخرمی کی محفل میں خلل ڈالے۔ یہی بہتر ہے کہ جدائی کی سوخت برداشت کریں اور ہمارے حال پر ملتفت نہ ہوں۔ اور دوسرا نامور سرگروہ (کبوتر) یعنی کلتہ بہ گو نام تو اس کا ماورالنہر کے کبوتروں کا سا ہے۔ مگر ہے خراسانی نسل کا۔ اور معتبر سردار کم پر نامی۔ اگرچہ نام کا تو کم پر ہے۔ لیکن ہے بڑا چوٹی کا کبوتر اور نہایت بلند پرواز۔ زبان حال سے یہ شعر پڑھتا ہے۔ بیت

ہر سبکسار سبک خیز ہوا کرتا ہے ۔۔۔ مرغ ہلکے پروں کا تیز اڑا کرتا ہے

اور نامداروں کا سرگروہ مشعل کلاں نامی جو بلند پروازی میں شعلہ سے کم نہیں ہے۔ اور آستان بوسی کے شوق میں سرگرم ہے۔ اور وہ انسانوں کی سی خصلت رکھنے والا سیہ دم شاید کبوتر بازوں کے دل کا دھواں ہے۔ جو اُس (کی دُم) کے پیچھے ہے۔ اور سجیلی گڑیا یعنی

کنارہ دار کی مادہ کہ اس کا جھانجن (یا پینجنی) لیلیٰ کی پازیب کو یاد دلاتا ہے۔ اور کبوتر بازوں کے پاؤں
میں عشق کی زنجیر پہناتا ہے۔ اور سارے نامور خوش گو (یعنی یاہو اور دوسرے کلمات ادا کرنے ے اندازہ
والے) خوبصورت کبوتر جو حسب و نسب کی اصالت و شرافت کے ساتھ متصف ہیں۔ کچھ تو اپنے
سروار پزنگار سے متفق ہیں اور کچھ سبز کہی سے۔ حاصل کلام چونکہ ہر پر فارغ البال کبوتروں کی ے باپزنگار
زبان ہے۔ یہ سب کے سب پرانی عمر کے نئے آئے ہوئے کبوتر ہزار زبان سے (پروں کے
اعتبار سے) اس رکن السلطنت کے انصاف سے توقع رکھتے ہیں۔ کہ ہم جو اپنے بیٹوں
پوتوں اور کنبہ قبیلہ سمیت بڑھاپے میں اس آستانہ ملک آشیانہ سے جو ہمارے اقبال کا
کوٹھا اور سرفرازی کا محل ہے مشرف ہوئے ہیں۔ تو تاوقتیکہ اپنے اپنے ہنر نہ دکھلائیں۔ اور
اشتیاق کو انتہا پر نہ پہونچالیں۔ ہماری جمعیت کو منتشر نہ کریں۔ اور ہمارے پروین (یعنی مجمع)
کو بنات النعش (کنایہ منتشر) نہ بنائیں۔ اور سارے کبوتر یہ استدعا کرتے ہیں کہ اگر کوئی حج
کے ارادہ سے جاتا ہو تو حرم کے کبوتروں کو جو کعبہ کے گرد اُڑتے رہتے ہیں۔ ہماری دعا
لکھدیں اور چونکہ اس رکن السلطنت کا ایک نیا مہمان راہ میں ہے (یعنی فرزند تولد ہونے
والا ہے) لہذا مناسب ہے۔ کہ اس بارہ میں پورے طور پر احتیاط کریں (کہ اسقاط حمل نہ ہو جائے)
کیونکہ انشاء اللہ اس صورت میں اچھے اچھے کبوتر اس کو مرحمت ہوں گے۔ اور ہم اس نئے
مہمان کا حصہ بھی نئے آئے ہوئے خوالوں (یعنی نئے آئے ہوئے کبوتروں) سے عنایت
فرمائیں گے۔ اور اگر اس بارہ میں یعنی (احتیاط حمل) میں کوتاہی کریں گے۔ تو جو کچھ اس اعتماد
السلطنت نے اپنی بابت خیال کیا ہوگا۔ ہم اُس سے کم اُسے مرحمت فرمائیں گے۔ کہتے ہیں
کہ خانخانان کثرت اولاد کے اندیشہ سے اسقاط حمل کا مرتکب ہوتا تھا۔ بادشاہ نے اسی
امر کو امتناع فرمایا ہے۔

حضرت شاہنشاہ اکبر اعظم کا تعزیت نامہ حکیم ہمام کے نام اُن کے بھائی جالینوس
زمانہ حکیم ابوالفتح جیلانی کی وفات پر:-

حکمت مآب (یعنی وہ شخص جس کی جائے بازگشت حکمت ہے) نیکی کے مرجع۔ حق
شناس حقیقت بنیاد علم و معرفت کے مقامات کو جاننے والے۔ دوربینی اور تجربہ کاری کے

طریقوں پر چلنے والے۔ حکمت الٰہی (یعنی اللہ تعالےٰ کی حکمت) یا ہر سہ فنون حکمت میں سے
تیسرا فن جس سے مراد دلائل حکمیہ سے خداوند عالم اور نفوس (عقول) اور اُن کے احکام و افعال
کی معرفت ہے) کے رازوں کا انکشاف کرنے والے سفیدی و سیاہی (یعنی روز و شب یا
اسلام و کفر یا نیک و بد یا اوامر و نواہی یا پیری و جوانی) کے رموز کی باریکیوں کے سمجھنے والے۔
بزم خاص کے ہمدم۔ دوستی کے خلوت خانہ کے ہمنشین۔ خلایق کے فاضل ترین افراد کے
لُبِ لباب۔ بزرگان عظام کے فرزند۔ اپنے وقت کے جالینوس حکیم ہمام زبردست خسروانہ
عنایات اور بہترین شاہانہ نوازشات سے اعانت و بشارت پا کر معلوم کریں۔ اس وقت جبکہ کشمیر کی
ولایت دلکشا کے سیر و شکار اور تفریح کی غرض سے جو بارگاہ ایزدی کے اس نیازمند کے لئے
خداوند عالم کے تازہ عطیوں میں سے ہے۔ آسمان سے باتیں کرنے والے علموں کا کوچ اور
زمین کا گز بن جانے والے لشکروں کی روانگی عمل میں آئی تھی۔ تو قصد یہ تھا کہ اس سدابہار گلزار
میں جو قدرت پروردگار کا مرقع ہے۔ حضور قلب کے ساتھ چند سانسیں لے کر اُسی سرزمین پر
معبود حقیقی کے سجدہ میں سر نیاز جھکا کر کچھ روز بسر کرے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس ولایت کے
بہار کے زمانہ میں جبکہ رنگ برنگ کے پھولوں سے پُر اور طرح طرح کے میوؤں سے لدی
ہوئی تھی۔ کامگار برخوردار شہزادوں اور چیدہ ظفرمند لشکروں سمیت پہاڑی چوٹیوں کے راستہ
سے کہ پرندے بھی پروں کے ہوتے ہوئے وہاں سے بدشواری گذر سکتے ہیں۔ روانگی کا عزم
مصمم ہو گیا۔ ہم نے حکم صادر فرمایا تا آنکہ کئی ہزار پہاڑ کاٹنے والے بیلدار اور فرہاد جیسے ماہر
سنگتراش دو ایک منزل آگے آگے چلتے تھے۔ اور پہاڑی دروں اور گھاٹیوں میں راستوں
کو فراخ کرتے جاتے تھے۔ اور تقریباً ایک ہزار کوہ پیکر ہاتھی نہایت اطمینان اور آسانی کے
ساتھ خوب پھیل کر گذرتے تھے۔ اور اس کے علاوہ ہم نے اور فوج اور ساز و سامان اور
سراپردے اور خیمے دارالخلافہ لاہور سے لے کر نیلاب تک جا بجا اور شہر بشہر چھوڑ دئے تھے
جب خاطر مبارک روحانی اور جسمانی لطف اور عیش و مسرت کے سیر سپاٹے سے اچھی طرح
بہرہ اندوز ہو چکی تو ارادہ کے اسپ خوشخرام کی باگ دھنتور اور پکھلی کے راستہ کی طرف موڑ
دی گئی۔ تاکہ اپنے سایۂ فلک پایہ کو ولایت کابل کے باشندوں کے سروں پر ڈالیں اور چند ہ سایۂ

روزان اطراف کے سیروشکار میں مشغول ہوں۔ اس بنا پر کہ کارکنان قضاوقدر نے اس خمخانہ (دنیا) کے عیش کی شراب کو غم کے تلچھٹ کے ساتھ ملا دیا ہے۔ اور سرشتِ انسانی کے تصویر خانے کی بقا کی بنیاد کو فنا کے مٹی پانی سے اٹھایا ہے۔ ایسے خوشی کے وقت میں عجیب و غریب روح فرسا حادثہ پیش آیا جس نے سارا عیش مکدر کر دیا۔ اور خوشی کو رنج سے بدل دیا اس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ شاہی سواری دمتور کے اطراف میں باباحسن ابدال تک پہنچی تھی۔ کہ بتاریخ ۲، شہریور ماہِ الٰہی (یعنی ماہ اکبری) ۳۴ سنہ جلوس مطابق شب پنجشنبہ ۱۹، شوال ۹۹۷ھ قسمت کے لکھنے کے بموجب نامور حکیم مکرم دوست۔ محرمان اسرار میں سے برگزیدہ سچے رفیقوں میں سے چیدہ۔ معانی کی حقیقتوں کا پہچاننے والا۔ نکتہ دانی کے چمن کا باغبان بزم انس کا لطیفہ سنج۔ پاکیزگی کی محفل کا ساقی۔ دائمی باخبری کا طالب۔ سلطانی رضاجوئی میں محو۔ قلوب کے شبستان (وہ گھر جہاں رات بسر کریں) کا بیدار دل (یعنی دلوں کے راز جاننے والا) رازوں کی محفل کا بیدار مغز (یعنی پوشیدہ امور سے آگاہ) ابد تک قائم رہنے والی حکومت کا مشیر۔ روزافزوں سلطنت کا امین۔ بارگاہِ سلطانی کا مقرب۔ حکیم ابوالفتح جیلانی اسہال (دست) کے مرض میں اس دارِ فانی اور ظلمکتدہ سے کوچ کر گئے۔ اور اپنی ظاہری مفارقت سے ہمارے قلب مبارک پر بے انتہا قلق چھوڑ گئے۔ ہرچند کہ ان کا عنصری قالب اور خاکی قالبد نظر سے چھپ گیا لیکن ان کی روحانی خصلتیں اور ذاتی خوبیاں بہترین صورت میں ہمارے روبرو موجود ہیں۔ عالم قدس کے باریک بینوں نے عالم فانی کے مرجانے کو عالم باقی کا زندہ ہو جانا بتلایا ہے۔ اور حق یہ ہے کہ انہوں نے اصل واقعہ کی حقیقت بیان کی ہے۔ ے زادن اور ظاہر ہے کہ پاک روح میں خاک کے اندھیرے گھر (یعنی جسم) کو چھوڑ دینے سے کیا فرق آئیگا اور فی الحقیقت یہ مرنا ایسا ہے جیسا گھر کا بدلنا اور مکان کا تبدیل کرنا۔ اور اگر عالم اسباب (دنیا) پر نظر کی جائے۔ تو بھی حقیقت شناسوں کا منتہائے آرزو اور وفاداروں کی غایت تمنا یہی ہے۔ کہ اپنے قبلۂ دین و دنیا کے قدموں میں جان دیں تو یہ صورت کماحقہ وقوع میں آئی۔ اس لئے کہ انہوں نے اپنے حضورِ اقدس میں وصیت کی اور

[illegible]

کو ہشیاری اور خبرداری کے ساتھ ہمارے قدموں میں ختم کر دیا۔ اُس ہوشمند اور سعادتمند کو چاہیئے۔ کہ اس سانحہ کو سنکر وہ آہ و بکا اور آہ و زاری جو عوام الناس کا طریقہ اور دنیاوالدں کا وطیرہ ہے۔ نہ کریں۔ اور اپنی نظر مستقیم کو بلند رکھ کر اس سانحہ کے رونما ہونے کو خدا کا حکم سمجھ کر راضی برضا ہو جائیں۔ اس لئے کہ سب کو یہی راہ درپیش ہے۔ اور ہر کام اپنے وقت کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور ہم نے اُس (یعنی حکیم ہمام) سے زیادہ مغفور کا رنج کیا ہے۔ اب عطیوں کے بخشنے والے (یعنی خدا) کی جناب میں ہمارے طول حیات کی استدعا کو سب چیزوں سے مقدم جانیں۔ سب سے بڑا قلق اور ایک سب سے زبردست مصیبت یہ ہے۔ کہ اس پُر ملال سانحہ سے پندرہ روز پیشتر دین کے دن بتاریخ ۲۴ مرداد الٰہی مطابق سہ شنبہ ۱۳ شوال افادت و افاضت پناہ۔ علم و معرفت سے آگاہ۔ علامۂ عصر۔ دانائے روزگار زبردست حکمائے مشائین کی یادگار (مشائین وہ علماء ہیں جنہوں نے چل پھر اور دوڑ دھوپ کر علم حاصل کیا۔ برخلاف اشراقین کے جنہوں نے صفائے قلب اور تزکیہ نفس سے کام لیا) اگلے وقتوں کے جلیل القدر علما کی بینائی۔ انسانی بزرگیوں کا مکمل مجموعہ (یعنی کتاب) اعلٰے ورجہ کے نفسانی ملکات (روح سے تعلق رکھنے والے اچھے افعال اور نیک اطوار) کے دفتروں کی فہرست۔ ہنرمندی کی نادر کاریوں کی جائے ورود۔ افلاطونی کمالات کے مقام ظہور۔ علمی مشکلات کے حل کرنے والے۔ جواہرات محسوس و مفہوم کے پرکھنے والے (جواہرات محسوس سے مراد اجسام و اصوات جو کسی حاسہ سے محسوس ہو سکیں۔ اور جواہرات مفہوم سے مراد اچھے بُرے اخلاق و اوصاف) سلطنت کے بازو امیر فتح اللہ شیرازی۔ اسی مرض اسہال میں اس ہستی کے اندھیرے گھر سے کوچ کر گئے اور یہ رنج و قلق ابھی تازہ ہی تھا کہ حکیم مغفور نے رحلت کی۔ چنانچہ وہ حادثہ (یعنی امیر فتح اللہ کی موت) فراموش ہو گیا۔ لیکن چونکہ مشیت ایزدی اور مرضی الٰہی ہمیشہ ہمارے پاک منظر دل کے مدنظر رہتی ہے۔ لہذا صبر و رضا اختیار کی وہ حکمت مآب جو کہ کل باتوں میں ہماری مرضی کا تابع ہے۔ اس معاملہ میں بھی کامل طور پر ہمارا مبارک اتباع کرے۔ اور ہمارے دل کو اپنے احوال کے انتظام میں متوجہ

بنے گا۔ جیسے ہی ہمارے آستانۂ فلک پایہ کو بوسہ دینے کی عزت سے سرفراز ہوگا۔ طرح طرح کی خسروانہ عنایات اور شاہانہ نوازشات سے ممتاز کیا جائیگا۔ بتاریخ ۲۸ شوال ۹۹۷ھ دریائے سندھ ساگر کے کنارے شہر اٹک کے متصل یہ تحریر کیا گیا۔

حضرت شاہنشاہ اکبر اعظم کا فرمان اعظم خاں کوکلتاش ولد شمس الدین محمد خاں کے نام:۔

جس وقت ہماری خاطر اقدس اس بات کی منتظر تھی کہ (مکتوب الیہ) جلد سے جلد وقت اور اچھی سے اچھی ساعت میں آکر حضوری کی دولت جو نیکبختی کی اکسیر ہے۔ حاصل کرے۔ اور طرح طرح کی شاہانہ عنایات سے محصور ہو اور رنگ برنگ کی خسروانہ نوازشات کا مورد بنے یہ خبر پہنچی کہ وہ حرمین شریفین (مکہ۔ مدینہ) زادہما اللہ شرفا (خدا ان دونوں کا شرف زیادہ کرے) کی زیارت (یعنی حج) کے لئے چلدیا ہے۔ اور بیوی بچوں اور لڑکوں کو بھی اس خونخوار سمندر میں اپنے ہمراہ لے گیا ہے سخت تعجب کا سبب ہوا کہ اُس جیسا مخلص اور نیک خدمت بندہ ہمارے اتنے حقوق کا لحاظ نہ کرکے ہماری اجازت کے بغیر کس طرح اس کام پر آمادہ ہوا جاتا ہے اور اس جیسا عاقل اپنی والدہ معظمہ کی رضامندی کے بغیر کہ سارے اہل اللہ نے جملہ معاملات میں خاصکر عبادات بالخصوص اس قسم کی طاعات (یعنی حج وزیارات) میں اُس (یعنی والدہ) کی رضامندی حاصل کئے بغیر کوئی کام نہیں کیا۔ اور (ماں کی رضامندی کے بغیر) عبادتوں اور طاعتوں کو باعث ثواب نہیں سمجھا ہے۔ وہ کہ ثواب کا طالب ہوا۔ اس درجہ نارضامندیوں کے باوجود اس کے جی میں کیا سمائی ہے۔ اور اس بارہ میں کیا سوچا ہے۔ جتنا زیادہ غور کیا جاتا ہے۔ کوئی ایسی بات جو اس کی اس درجہ بے طریقہ رفتار اور یک بیک بیوفائی کی راہ اختیار کرنے کا باعث ہو۔ جو تمام خلایق میں بدترین صفات میں سے ہے۔ بارگاہِ جلالت کے دوربینوں میں سے کسی ایک کی سمجھ میں بھی نہیں آتی۔ اس نے کس وقت اس بات کا ارادہ کیا جو ہم نے اس کی استدعا کو منظور نہیں فرمایا۔ درحقیقت اگر اس مقام مقدس کا شوق دامنگیر ہوگیا تھا تو اجازت حاصل کرلینا مناسب تھا۔ تاکہ اس کی مشقت اور اس دور دراز سفر کے اس قدر خطرات اختیار کرنا کچھ سودمند ہوتا۔ اور عقبیٰ کا بھلا ہوتا۔ اس کے جی میں کیا سمائی کہ اپنی والدہ اور ہماری نارضامندی کا راستہ اختیار کرکے اپنی دنیا اور عقبیٰ

دونوں خراب کیں اور کر رہا ہے۔ غالباً اپنے واہمہ (وہ قوت جو معنی جزیہ کا ادراک کرتی ہے اور
دیدہ و نادیدہ راست و دروغ چیزوں کا تصور کرتی ہے۔ اور یہ قوت تابع عقل نہیں ہوتی) کا شکار
ہوکر۔ خام خیالی میں پھنسکر۔ اپنی عقل دوربین کے مشورہ کے بغیر جو واہمہ کے غلبہ کے وقت
بیکار ہوکر گوشہ گمنامی میں جا رہتی ہے۔ ایسے امر کا ارتکاب کیا ہے۔ جو عقل و مذہب (کسی)
کے نزدیک پسندیدہ نہیں۔ اور اگر کشش ربانی کی روشنی چمک ہی اٹھی تھی اور اجازت لینے
تک (حج کا) موسم اور وقت نکلا جاتا تھا۔ تو چاہئیے تھا کہ خود اس سفر پر روانہ ہو جاتا۔ بیوی بچوں اور
لڑکوں کو ساتھ نہ لے جاتا۔ اور درخواست کرتا کہ مجھے شوق دامنگیر ہو گیا تھا۔ اور وقت بہت کم تھا
لہذا حضور کی ہمت عالی سے مدد چاہکر میں چل پڑا اور بیوی بچوں اور لڑکوں کو حضور کی اعلیٰ
مہربانی کی پناہ میں چھوڑا۔ اگر سفر سے میری واپسی تک میری جاگیر کی محال (علاقہ) کو بحال
رکھیں (تو مناسب ہے) اس لئے کہ میرے لڑکے قابل ہیں۔ اور میری عدم موجودگی میں ملک
اور علاقہ کا انتظام و بندوبست کر سکتے ہیں۔ تو اس خیال سے کہ اس کو ہماری درگاہ میں
اعتبار حاصل ہے۔ اور ہمیں اس کی خاطر عزیز ہے۔ بالضرور اس کی استدعا شرف قبولیت
سے سرفراز ہوتی۔ اور اگر شاہانہ نوازش کے بلند مراتب کو نہ پہچاننے کی وجہ سے اپنے
متعلق یہ استوار رائے قائم نہیں کر سکتا تھا۔ تو چاہئیے تھا کہ بال بچوں اور لڑکوں کو درگاہ والا
میں بھیجکر گذارش کرتا کہ چونکہ اس مقام مقدس کے طواف کی آرزو حد سے متجاوز ہو گئی تھی۔
لہذا حضور کی خدمت میں بھیجدیا۔ ہر ایک کے متعلق خود ہی التماس کرتا یا ہماری زبردست
مہربانی پر چھوڑ دیتا کہ ان خانہ زادوں کو میں نے حضور کی خدمت میں بھیجدیا۔ جو رائے عالی ہو۔
ہر ایک کو شاہانہ نوازش سے ممتاز فرمائیں۔ کہ بالضرور نتیجہ بہتر ہوگا۔ کیا مصیبت پڑی اور کیا جی
میں سمائی۔ کہ سارے اچھے طریقوں کو ترک کر دیا۔ اور اس بنا پر کہ ان (لڑکوں بالوں) کے خاندان
کی بالخصوص حیجی کی خدمات ہماری خاطر اقدس میں جاگزیں ہیں۔ لہذا اس (یعنی مکتوب الیہ)
کی اتنی نازیبا حرکتوں کے باوجود اگر ہمیں کچھ ملال پہونچے تو وہ بھی گھڑی بھر سے زیادہ رہنے والا
نہیں لیکن (مکتوب الیہ سے) میں بیزار کسی حالت میں نہیں ہوں۔ اور میں نہیں چاہتا کہ وہ
پردیس میں مارا مارا پھرے۔ اگر ہماری ہزار حصہ عنایت و نوازش میں سے ایک حصہ کا بھی

احساس ہوتا تو ہرگز اس خیال کو اپنے پاس نہ پھٹکنے دیتا اور خاص و عام میں انگشت نما نہ ہوتا اب بھی کچھ نہیں گیا ہے کسی بات سے مجبور نہ ہو کر ہماری آستان بوسی کا ارادہ کرے اور اپنی آمد سے ہمیں دلشاد کرے اور ہیجی کے زخم دل پر جس کی اُس (اپنے فرزند یعنی مکتوب الیہ) کے فراق میں یہ حالت ہے کہ خدا کسی کو نہ دکھائے۔ پھاہا رکھے اور اپنے آپ کو ظاہری و باطنی (یعنی دنیوی و اخروی) عقوبت و عذاب سے نجات دے اور چونکہ ہمیشہ سے ہماری خاطر اقدس میں یہ بات تھی کہ سلطان روم کے یہاں تجربہ کار ایلچی بھیجکر محبت کی بنیادوں کو مضبوط کرے اب مستقل ارادہ ہوگیا ہے کہ مہربانی کے بزرگ فرمان کے پیچھے پیچھے (ایلچی کی روانگی) کسی اور شخص کے ہمراہ یا اسی شخص کے ساتھ جو اس شجر اقبال کو (یعنی فرمان مذکور کو مکتوب الیہ کے پاس) لے جا رہا ہے۔ مقرر فرمائیں۔ ہماری تمامی ہمت اس امر پر مصروف ہے۔ کہ وہ (یعنی مکتوب الیہ) حضور میں حاضر ہو۔ کیا اچھا ہو کہ (سلطان روم کے دربار میں ہمارے) ایلچی کے پہونچنے سے پیشتر ہی وہ ہماری آستان بوسی کے لئے روانہ ہو جائے (تاکہ اس کو ذلت نصیب نہ ہو۔ مراد یہ کہ خط میں ہم سلطان روم کو لکھ دیں گے۔ کہ اعظم خان کو گرفتار کر کے ہمارے پاس بھیجدیں)۔

حضرت شاہنشاہ اکبر اعظم کا دستور العمل ممالک محروسہ کے عاملوں (یعنی حاکموں) اور معاملات متعلقہ کے کارپردازوں کے لئے:۔

منشور الآداب ظل اللہ کے قوانین کا یہ فرمان اور کار آگاہی کا دستور العمل شاہنشاہی نوازش کی کان اور مہربانی کے مخرج سے صادر ہوا کہ سلطنت کے ہوشیار منتظم اور بارگاہ خلافت کے کارکن یعنی ہمارے اقبال مند فرزند۔ عقیدت کیش سردار۔ والا مرتبہ اُمرا۔ سارے منصبدار عامل اور کوتوال اس طریقہ پر کاربند ہو کر۔ شہروں۔ قریوں اور سارے کنڑوں کے انتظام میں شاہی حکم کے مطابق عمل درآمد کریں۔ اول مجملاً یہ کہ سارے کاموں میں خواہ وہ عادات (یعنی دنیوی امور) میں سے ہوں یا عبادات میں سے۔ رضائے الٰہی کے طالب رہیں اور (ہر کارکن) درگاہ الٰہی کا نیاز مند بن کر خود اپنی ذات اور غیر کا لحاظ (یعنی خلاف انصاف کسی کی رعایت) نہ کرتے ہوئے اس کام کی ابتدا کرے۔ دوسرے یہ کہ تنہائی پسند نہ ہو۔ کیونکہ یہ

صحرانشین درویشوں کا طریقہ ہے۔ اور ہمیشہ عام لوگوں میں بیٹھنے اور مجمع میں رہنے کی بھی عادت نہ ڈالے۔ کیونکہ یہ بازاری لوگوں کا شیوہ ہے۔ الغرض اپنے رویہ اور چلن میں اوسط درجہ اور میانہ روی اختیار کرے اور اعتدال کی روش ہاتھ سے نہ چھوٹے یعنی نہ تو زیادہ مجمع ہی میں بیٹھے اور نہ بالکل خلوت نشینی ہی کا ہو رہے۔ اور خداوند عالم کے برگزیدہ لوگوں کو عزیز رکھے۔ صبح شام دوپہر اور آدھی رات کو جاگنے کی عادت ڈالے۔ اور جس وقت خلایق کے کاموں سے فرصت ہو تو بزرگان دین کی کتابوں مثل کتب علم اخلاق جو طب روحانی اور تمام علوم کا خلاصہ ہے۔ مثلاً اخلاق ناصری (مصنفہ محقق طوسی۔ علم الاخلاق کی نایاب کتاب ہے)۔ اور احیا العلوم کے دو باب منجیات ومہلکات (مصنفہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ۔ منجیات اس کا وہ باب ہے جس میں ان اعمال صالحہ کی ترغیب مرقوم ہے۔ جو دوزخ سے نجات دینے والے ہیں۔ اور مہلکات وہ باب ہے جس میں اُن افعال نامرضیہ کا امتناع مذکور ہے۔ جو دنیا و آخرت میں خرابی کا باعث ہوں) اور کیمیائے سعادت (مصنفہ امام غزالی رح اخلاق شرعیہ و طریقت نبویہ پر ایک مبسوط کتاب ہے)، اور مثنوی مولنا روم کے مطالعہ میں مصروف رہے۔ تاکہ دینداری کے انتہائی مراتب سے آگاہ ہو کر مکار اور فریبی لوگوں کی سخن سازی سے اس کا قدم ڈگمگا نہ جائے۔

اس لئے کہ عالم تعلق (یعنی دنیا) میں اللہ تعالےٰ کی بہترین عبادت۔ خلایق کے معاملات کا سرانجام کرنا ہے۔ کہ دوستی و دشمنی اور اپنایت و غیریت کا لحاظ نہ کرکے خندہ پیشانی سے ان (معاملات) کا انصرام کرے۔ اور فقیروں مسکینوں خصوصاً گوشہ نشینوں اور آزادوں کے ساتھ جو کہ آمد و رفت کا دروازہ بند کرکے (یعنی نہ خود کسی کے پاس جاتے ہیں نہ دوسرے کو اپنے پاس آنے دیتے ہیں) لب سوال نہیں کھولتے ہیں۔ جہاں تک ہو سکے بھلائی کرے۔ اور خدا طلب گوشہ نشینوں کی صحبت میں پہنچکر ان سے دعا چاہئے۔ اور لوگوں کی خطاؤں۔ لغزشوں اور جرموں کو انصاف کی ترازو میں تول کر ہر ایک کے مرتبہ کو اس کی جگہ پر رکھے۔ (یعنی ہر مجرم کے مرتبہ کو سمجھ کر اس کے رتبہ کے مناسب سزا دے)۔ اور اس عقل کی بنیاد رکھنے والی ترازو (یعنی نصیحت مذکورۂ) سے ہر ایک کو بدلہ دے۔ اور نکتہ فہم دل سے معلوم کرے کہ اس گروہ میں کون سی خطا پردہ پوشی اور درگذر کرنے کے لایق ہے اور کونسی پوچھنے

بزرگ کردہ ہائے ایزد

زبان پر لانے اور سزا دینے کے قابل ہے۔ اس لئے کہ بہت سی چھوٹی چھوٹی خطائیں سخت سزا دینے کے قابل ہوتی ہیں۔ اور بہت سی بڑی بڑی خطائیں چشم پوشی کرنے کے لائق ہوتی ہیں اور سرکشوں کو نصیحت و ملائمت اور سختی و نرمی سے فرق مراتب کا لحاظ کرتے ہوئے ہدایت کرے اور جب معاملہ نصیحت سے گذر جائے تو فرق مراتب کو ملحوظ رکھ کر باندھنے۔ مارنے قطع عضو اور قتل کرنے پر عمل پیرا ہو۔ اور مار ڈالنے میں دلیری (مراد عجلت) نہ کرے اور بہت اچھی طرح غور کرے۔ مصرع

کہ جوڑنا نہیں ممکن سر بُریدہ کو

اور جہاں تک ہو سکے اُس واجب القتل کو درگاہ والا میں بھیجدے۔ اور اسکی حقیقت سے مطلع کرے۔ اور اگر اس سرکش کی نگہداشت کرنا یا بھیجنا فساد کا باعث ہو تو اس صورت میں اس کو مطلع کر دے۔ اور کھال کھینچنے۔ ہاتھی کے نیچے ڈالنے اور اسی قسم کے دیگر امور سے جو صرف، شاہان کرام ہی (کیا) کرتے ہیں پرہیز کرے اور خلائق کے طبقوں میں سے ہر شخص کی سزا اس کی حالت کے مناسب ہو۔ کیونکہ شریف کے لئے کڑی نگاہ بھی مار ڈالنے کے برابر ہے۔ اور کمینہ کے لئے جوتی لات بھی مفید نہیں۔ اور جس شخص کی عقلمندی اور دیانت داری پر اعتماد رکھتا ہو اُسے اجازت دے کہ وہ جو بات اپنے نزدیک نازیبا دیکھے تنہائی میں اُس سے کہدے اور اگر اتفاقاً کہنے والے سے کبھی غلطی ہو گئی ہو تو اس کو ملامت نہ کرے۔ اس لئے کہ ملامت کہنے سے باز رکھنے والی ہے۔ اور جس کسی کو کہ خداوند عالم نے یہ توفیق دی ہو کہ حق بات کہے تو ایسے شخص کو عزیز رکھے اس لئے کہ لوگ حق گوئی میں بہت مجبور ہیں۔ جو لوگ کہ بد ذات اور شریر ہیں۔ وہ تو حق بات کہنا ہی پسند نہیں کرتے اور یہ چاہتے ہیں کہ اسی طرح بلا میں مبتلا رہیں۔ اور جو شخص کہ نیک ذات ہے۔ اُسے یہ اندیشہ ہوتا ہے۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے (حق) کہنے سے سننے والا ناراض ہو جائے اور میں مصیبت میں پھنسوں۔ اور ایسا نیک اندیش جو دوسروں کے نفع کے لئے اپنا نقصان گوارا کرے۔ وہ (سرخ گندھک یعنی) اکسیر اعظم کا حکم رکھتا ہے (یعنی ناپید ہے) اور خوشامد پسند نہ ہو۔ اس لئے کہ خوشامدیوں سے بہت سے کام ناقص رہ جاتے ہیں اور ایک دم

اُن سے بدگمان بھی نہ ہو جائے (یعنی ان کو محض جھوٹا اور چاپلوس ہی نہ سمجھ لے) اس لئے کہ ملازم کو (آقا کی) خوشامد کرنا بھی لازمی ہے۔ اور بذات خود فریادیوں کی حالت معلوم کرنے میں حتی الوسع کوشش کرے۔

ابیات

نہ دیوان پہ چھوڑ اسکی فریاد کو — کہ فریاد اسی کی وہ لایا نہ ہو
تو پوچھ آپ ہی دادِ مظلوم کو — جدا صاف کر شہد سے موم کو

(دیوان بمعنی صاحب کچہری مثلاً حاکم و قاضی و نائب وغیرہ) اور آگے پیچھے آنے کی ترتیب سے دادخواہوں کے نام لکھ کر پرسش کرتا جائے تاکہ پہلے آنے والا انتظار کی تکلیف نہ اٹھائے اور پیشکاروں کو معاملات آگے پیچھے پیش کرنے کی مجال نہ ہو اور جو کوئی کسی کی برائی بیان کرے تو اُس کو (جس کی بُرائی بیان کی گئی ہے) سزا دینے میں عجلت نہ کرے اور اچھی طرح چھان بین کرلے اس لئے کہ اتہام لگانے والے سخن ساز بہت ہیں۔ اور راست گو نیک اندیش ناپید۔ اور غصّہ کی حالت میں عقل کا سر رشتہ ہاتھ سے نہ دے (یعنی قانون عقل کے خلاف کوئی کارروائی نہ کرے) اور بردباری اور ٹھنڈے دل سے کام کرے اور اپنے چند مخلص اور عقلمند دوستوں اور ملازموں کو اس بات کا اختیار دے دے کہ کثرت رنج و ملال کے وقت کہ دانشمند (اس حالت میں) چپ چاپ ہتے ہیں۔ حق گوئی سے خاموشی اختیار نہ کریں۔ اور قسمیں کھانے کا عادی نہ ہو اس لئے کہ قسم کھانا گویا اپنی ذات پر دروغگوئی کا اتہام لگانا اور مخاطب کو بدگمانی سے منسوب کرنا ہے۔ اور گالیاں دینے کی بھی عادت نہ ڈالے۔ کیونکہ یہ کمینوں کا شیوہ ہے۔ اور زراعت کی افزونی اور رعایا کی دلجوئی اور زر تقاوی (یعنی وہ روپیہ جو خشک سالی کے موقعہ پر خرید تخم اور زراعت کی دیگر ضروریات کے لئے کاشتکاروں کو دیا جاتا ہے) تقسیم کرنے کا بندوبست کرے۔ تاکہ سال بہ سال شہر، قریے اور قصبے بڑھتے جائیں۔ اور (کسانوں کے ساتھ) ایسا نرمی کا برتاؤ کرے۔ کہ زراعت کے قابل جتنی زمین ہو سب میں کاشت ہونے لگے اس کے بعد جنس کامل (یعنی گنا۔ روئی۔ تل کسم وغیرہ) کی پیداوار بڑھانے میں کوشش کرے۔ اور عامل کے دستور العمل کو بھی جو علیحدہ مقرر کیا گیا ہے۔ اپنے حق اندیش دل کے مدنظر رکھے الغرض ساری ادنےٰ رعایا میں سے ہر ہر شخص کا خبرگیراں رہے۔ اور کسی

صورت میں وعدہ خلافی نہ کرے اور کوشش کرے کہ سپاہی وغیرہ کوئی شخص صاحب خانہ کی مرضی کے بغیر لوگوں کے گھروں میں نہ گھسنے پائے۔ اور معاملات میں محض اپنی ہی عقل پر بھروسہ نہ کرے۔ اور اپنے سے زیادہ عقلمند سے مشورہ کرلے۔ اور اگر اپنے سے زیادہ سمجھدار آدمی نہ ملے۔ تو مشورہ سے تب بھی باز نہ رہے۔ اس لئے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کہ نادان سے حقیقت کا راستہ پا لیتے ہیں چنانچہ کہا ہے۔ **قطعہ**

کبھی تو پیر مرد دانا سے — بن نہیں پڑتی ہے بھلی تدبیر
اور نادان بچہ دھوکے سے — مارتا ہے نشانہ پر کبھی تیر

اور بہت سے لوگوں سے بھی مشورہ نہ کرے۔ اس لئے کہ معاملہ فہم اور صحیح عقل خدا کی دین ہے نہ پڑھنے سے حاصل ہوتی ہے۔ نہ عمر گذارنے (یعنی پیری و درازی عمر) کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ کچھ ناسمجھ لوگ کسی معاملہ میں تیری مخالفت کریں اور تجھے اس معاملہ میں پریشانی ہو۔ اور وہ تجھے تیری اپنی اور دوسرے درست کار لوگوں کی عقل (کے مطابق کام کرنے) سے جو ہمیشہ تھوڑے ہی ہوتے ہیں روکدیں۔ اور جو کام ملازموں سے ہو سکے اُسے بیٹیوں سے نہ کرائے اور جو بیٹوں سے انجام پا سکے خود اس میں ہاتھ نہ ڈالے۔ اس لئے کہ جو کام دوسروں سے بگڑیگا۔ تو اس کو سنبھال سکے گا۔ اور جو تجھ سے بگڑے گا۔ اس کا سنبھالنا مشکل پڑ جائے گا۔ اور خطاؤں سے چشم پوشی اور عذر قبول کرنا اس کی عادت میں داخل ہو۔ اس لئے کہ آدمی خطا سے پاک اور گناہ سے بَری نہیں کبھی تنبیہ کرنے سے زیادہ دلیر ہو جاتا ہے۔ اور کبھی منفعل ہو کر خدمات متعلقہ سے دستکش۔ ایک آدمی تو ایسا ہوتا ہے۔ کہ پہلی ہی خطا پر اس کو سزا دینا چاہیئے۔ اور ایک آدمی ایسا ہوتا ہے کہ اس کی ہزاروں خطاؤں سے بھی درگزر کرنا چاہیئے غرضیکہ کار ریاست (یعنی مہام خلایق کا انصرام) سلطنت کے نہایت نازک امور میں سے ہے۔ نہایت ٹھنڈے دل سے اور سوچ سمجھ کر اس کام کو انجام دے۔ اور راستوں کی حفاظت خدا ترس اور بہادر آدمیوں کے سپرد کرے۔ اور راہ (راستوں) کی کل کیفیت اُن سے معلوم کرتا رہے۔ اور ہمیشہ خبرگیراں رہے۔ اس لئے کہ بادشاہی اور سرداری سے مراد پاسبانی ہے۔ خلق خدا کے دین و مذہب سے تعرض نہ کرے اس لئے کہ دانشمند

دنیا کے کام میں جو فانی ہے۔ اپنا نقصان گوارا نہیں کرتا تو دین کے معاملہ میں جو دائم و قائم ہے
کس طرح جان بوجھ کر اپنا نقصان چاہے گا۔ اگر وہ حق پر ہے تب تو (اس سے متعرض ہو کر) تو
خود حق سے جھگڑنے اور مخالفت کرنے پر آمادہ ہے۔ اور اگر تو حق پر ہے اور وہ ناسمجھی سے اس
کے خلاف تو وہ بیچارہ خود نادانی کا مریض ہے۔ (اور یہ) مہربانی اور اعانت کا موقعہ ہے نہ کہ
اُلجھنے اور انکار کرنے کا مقام اور ہر جماعت کے نکوکار اور خیر اندیش لوگوں کو دوست رکھے
اور کھانا اور سونا بے اندازہ نہ ہو۔ اور (اس میں) ضروری مقدار سے تجاوز نہ کرے تاکہ حیوانات
کے مرتبہ سے بلند تر ہو کر انسانیت کے رتبہ پر فائز ہو۔ اور جہاں تک ہو سکے رات کا کام دن کار بعب بروز
پر نہ چھوڑے۔ (یعنی اگر رات کے وقت کوئی کام درپیش ہو تو رات ہی میں اس کو انجام دے
اور سستی و کاہلی سے دن نکلنے کا منتظر نہ رہے)۔ اور لوگوں کا جانی دشمن نہ ہونا چاہئے۔ اور
سینہ کو کینہ کا مجلس نہ بنانا چاہئے۔ اگر بمقتضائے بشریت (کسی سے) کچھ کبیدگی پیدا ہو جائے
تو جلد اس کو زائل کر دے۔ اس لئے کہ حقیقت میں فاعلِ حقیقی خداوندِ عالم ہے۔ (کارکنانِ
قضا و قدر نے) ان خرخشوں کو عالمِ ظاہری (یعنی دنیا) کے انتظام کے لئے تجویز کیا ہے۔ اور
ہلسی اور مسخراپن کم کرے۔ اور ہمیشہ جاسوسوں سے خبردار رہے اور ایک جاسوس کی بات
پر اعتبار نہ کرے۔ اس لئے کہ سچ بولنا اور لالچ نہ کرنا مفقود ہے۔ لہٰذا ہر معاملہ میں کئی جاسوس
اور مخبر مقرر کرے جن میں سے ایک کو دوسرے کی خبر نہ ہو۔ اور ہر ایک کی اطلاعوں کو جدا
جدا تحریر کرائے۔ اور اس سے سراغ نکال لے اور جن مخبروں سے لوگ واقف ہو گئے ہوں
اُنہیں برطرف کر کے نظر سے گرادے۔ اور بدذاتوں اور شریروں کو اپنے پاس نہ پھٹکنے دے
اگرچہ یہ جماعت دوسرے بدکاروں (کی خبر لینے) کے لئے بڑے کام کی ہے لیکن قاعدہ کو
ہاتھ سے نہ دے۔ اور اس گروہ کو ہمیشہ اپنے دل میں ملزم سمجھے۔ اس لئے کہ کہیں ایسا نہ
ہو کہ وہ دوستی کے پردہ میں نیکوں کے قتل و اخراج کا ارادہ کریں۔ اور اپنے قریبیوں اور
خدمت گاروں سے خبردار رہے تاکہ قرب کے وسیلہ سے ستم نہ کریں۔ اور چکنی چپڑی باتیں کرنے
والے نالائق آدمیوں سے جو دوستی کے پردہ میں دشمنی کرتے ہیں، ہوشیار رہے اس لئے کہ اکثر
فتنہ و فساد اسی طریقہ سے پیدا ہوتا ہے۔ بڑے لوگوں کو تو کثرتِ کار کی وجہ سے فرصت کم

اور یہ بدکار گروہ کثیر اور اپنے گرد و پیش سے خبردار رہے۔ طول کلام کو مختصر کر کے جو باتیں عرض کرنے کے قابل ہوں وہی گذارش کرے۔ اور (لوگوں میں عقل پھیلانے اور کمال حاصل کرنے میں کوشاں رہے۔ تاکہ خلایق میں سے قابل لوگ ضائع نہ ہوں۔ اور قدیمی خاندانوں کی پرورش کرنے میں ساعی ہو اور سپاہیوں کے اسلحہ اور سامان جنگ سے غافل نہ ہو۔ اور آمدنی سے کم خرچ کرے۔ اس لئے کہ معاملات کی درستی اسی پر موقوف ہے۔ عقلمندوں کا قول ہے۔ کہ جس کا خرچ آمدنی سے زیادہ ہو وہ احمق ہے۔ اور جس کا خرچ آمدنی کے برابر ہو تو جس طرح وہ عقلمند نہیں اسی طرح وہ بیوقوف بھی نہیں۔ اور (جس جگہ کا حاکم ہو وہاں) مستقل قیام کی بنیاد نہ ڈالے۔ بلکہ ہمیشہ حاضر خدمت ہونے کے لئے تیار اور بلائے جانے کا منتظر رہے۔ اور وعدہ خلافی نہ کرے۔ اور (ہر شخص سے) ٹھیک بات کہے۔ بالخصوص سلطنت کے کارپردازوں (یعنی اپنے نائب کارندوں) سے اور ہمیشہ تیر اور بندوق چلانے کی مشق کرتا رہے۔ اور سپاہیوں کو ڈرل کراتا رہے۔ اور شکار کا دیوانہ نہ ہو۔ اور سپاہگری کی مشق اور تفریح طبع کی غرض سے جو عالم تعلق (یعنی دنیا) کے لئے ایک لازمی امر ہے کبھی کبھی کھیل لیا کرے۔ اور مہنگا بیچنے کے ارادہ سے ایک دم سارا غلہ رعیت سے لے کر جمع نہ کرے۔ اور آفتاب عالمتاب کے نکلنے کے وقت اور آدھی رات کو کہ درحقیقت طلوع ہونے کی ابتدا ہی (وقت) ہے۔ (نقارچی) نقارہ بجایا کریں اور جب نیر اعظم (یعنی سورج) ایک برج سے دوسرے برج میں داخل ہو تو بندوقچی اور توپچی (بندوقیں اور) توپیں سر کریں۔ تاکہ جمیع خلایق مطلع ہو کر خدا کا شکر بجا لائیں۔ اور ایک شخص کو (اپنی طرف سے) درگاہ معلیٰ میں معین کر دے۔ تاکہ وہ اُس کی عرضیوں کو ملاحظہ عالی میں پیش کرتا رہے اور اگر (شہر میں) کوتوال نہ ہو تو اُس کے قوانین کی دفعات کو اچھی طرح ملحوظ رکھ کر اُن کے رواج دینے میں کوشش کرے۔ اور احمقانہ طور پر یہ خیال اپنے دل میں نہ آنے دے۔ کہ میں کوتوال کا کام کس طرح انجام دوں (اس میں تو بڑی کسر شان ہے) بلکہ عبادت عظمیٰ جانکر (اُس کے انجام دینے میں) سعی کرے۔ اس تفصیل کے مطابق پہلے تو یہ چاہئے کہ ہر شہر اور قصبہ اور گاؤں کا کوتوال منشیوں کی مدد سے وہاں

کے گھروں اور عمارتوں کو قلمبند کرلے۔ اور ہر محلہ کے ہر گھر کے آدمیوں کو تحریر میں لے آئے کہ کس قسم کے آدمی ہیں۔ اور ایک گھر والے کو دوسرے گھر والے کا ضامن بنا کر انہیں آپس میں وابستہ کردے۔ اور محلے قرار دیکر ہر محلہ میں ایک میر محلہ مقرر کردے تاکہ وہاں کا ہر کام اس کے مشورہ سے ہو۔ اور یہ مقرر کردے کہ جب کبھی چور آئے یا آگ لگ جائے۔ یا اور کوئی ناگوار واقعہ پیش آئے (مثلاً کوئی مرد بیگانہ بری نیت سے کسی کے گھر میں گھس آئے) تو اس کا پڑوسی فوراً اس کی مدد کرے۔ اسی طرح میر محلہ اور چوکیدار بھی مدد کریں اور اگر بلا عذر معقول مدد کے لئے نہ آئیں تو وہ مجرم ٹھیریں اور پڑوسی اور میر محلہ اور چوکیداروں کی اطلاع کے بغیر کوئی شخص سفر نہ کرے اور نہ کسی کو محلہ میں اترنے دے اور جن لوگوں کے ضامن نہ ہوں اُن کو ایک علیحدہ سرائے میں آباد کرے۔ اور سرائے کے چوکیدار اور میر محلہ بھی مقرر کرے اور ہمیشہ اپنی عقل سے ہر شخص کی آمد و خرچ کی حالت کا اندازہ کرکے معلوم کرے۔ اس لئے کہ جس شخص کی آمدنی کم اور خرچ زیادہ ہے۔ تو یقیناً کچھ دال میں کالا ہے۔ خوب چھان بین کرے۔ اور نیکذاتی اور خیر اندیشی کو ہاتھ سے نہ دے۔ اور اس جانچ پڑتال کو انتظام کا وسیلہ سمجھے نہ کہ لوٹ گھسوٹ کا ذریعہ۔ اور چاہیئے کہ ہر قسم کے دلالوں کو ضامن لے کر بازاروں میں تعینات کردے۔ تاکہ جو کچھ خرید و فروخت ہو وہ اس کی اطلاع کرتے رہیں۔ اور یہ مقرر کردے کہ جو شخص بغیر اطلاع خرید و فروخت کرے وہ جرمانہ دے۔ خریدنے والے اور بیچنے والے دونوں کا نام روزنامچہ میں لکھنا ہے اور محلہ میں جس چیز کی مزید خرید و فروخت ہو وہ محلہ کے چوکیدار اور میر محلہ کی صلاح سے ہو اور کچھ لوگ محلہ در محلہ اور کوچہ بکوچہ اور اطراف شہر میں رات کے پہرہ کے لئے تعینات کریں اور اس امر کی کوشش کریں کہ محلہ اور کوچہ و بازار میں کوئی غیر شخص نہ رہنے پائے۔ اور گرہ کٹ چوٹٹے اُچکوں وغیرہ کی خوب اچھی طرح تحقیقات و تفتیش کرے۔ اور انکا نام و نشان باقی نہ چھوڑے اور جو سامان گم ہوجائے یا لٹ جائے تو مال معہ ملزم برآمد کرے۔ ورنہ پھر جس طرح بنے اس سے عہدہ برآ ہو یعنی جس کا مال گیا ہو اس کو راضی کرے۔ اور اپنی عدم غفلت کا ثبوت دے۔ رہا گمشدہ اور متوفی (مردہ) کا مال تو تحقیق کرے۔ اگر کوئی وارث ہو تو اس کو دیدے ورنہ تحویلدار کے سپرد کردے۔ اور اسکی کیفیت درگاہ معلی میں تحریر کرے۔ تاکہ جسوقت اسکا حقدار پیدا ہو وہ اُسے ملجائے۔ اس معاملہ میں بھی نیکذاتی

اور خیر اندیشی پر عمل پیرا ہو کہ مبادا وہ صورت پیش نہو جیسا کہ ملک روم میں رواج ہے۔ کہ مردہ اور گمشدہ کے مال پر حاکم قبضہ کر لیتا ہے، اور اس امر کی نہایت کوشش کرے کہ شراب کا نام و نشان باقی نہ رہے۔ اور اسکے پینے والے۔ بیچنے والے اور تیار کرنیوالے کو وہاں کے حاکم کے مشورہ سے ایسی سزا دے کہ لوگ اُس سے نصیحت حاصل کریں اور اگر کوئی از روئے حکمت و دانش دوا کے طور پر استعمال کرے تو اُس میں دخل نہ دینا چاہیئے۔ اور غلہ کا بھاؤ سستا ہونیکی کوشش کرے اور ایسا نہ ہونے دے کہ مالدار بہت سا خرید کر کھتّوں میں بھر لیں اور فصل گذرنے کے بعد (یعنی گرانی کے زمانہ میں) فروخت کریں۔ اور جشن نوروز او عیدین منانے میں اہتمام کرے سب سے بڑی عید نوروز ہے کہ آفتاب عالمتاب کے برج حمل میں داخل ہو نیکے وقت اسکی ابتدا ہے۔ اور یہی ماہ فروردین کا آغاز ہے۔ اور ایک عید اسی (فروردین) مہینے کی انیسویں کو جو شرف آفتاب کا دن ہے۔ اور ایک عید ماہِ اُردی بہشت کی تیسری تاریخ اور ایک عید ماہِ خرداد کی چھٹی تاریخ اور ایک عید ماہ شہریور کی چوتھی تاریخ۔ اور ایک عید ماہِ مہر کی سولھویں تاریخ اور ایک عید ماہ آبان کی دسویں تاریخ اور ایک عید ماہ آذر کی نویں تاریخ اور دے کے مہینہ میں تین عیدیں ہیں آٹھویں کو پندرہویں کو اور تئیسویں کو اور ایک عید ماہ بہمن دوسری اور ایک عید ماہ اسفندار کی پانچویں تاریخ اور عید الفطر اور عید الضحیٰ کو بدستور منانا ہے اور نوروز اور شرف کی رات شبرات کیطرح روشنی کرے اور اس رات کے اول حصہ میں جسکی صبح کو عید ہو گی نقارچی نقارہ بجائیں اور عید کے دن ہر شہر کے دروازہ پر نقارہ بجائیں اور عورت بے ضرورت گھوڑے پر سوار نہ ہو اور مردوں کے نہانے اور پانی لینے کیلئے علیحدہ گھاٹ بنائے اور عورتوں کے لئے علیحدہ راستہ مقرر کرے +

نوٹ ۔ چونکہ آفتاب ہر روز آسمان کا ایک درجہ طے کرتا ہے جسوقت برج حمل کے پہلے درجہ پر پہنچتا ہے تو نوروز ہوتا ہے اور جب انیسویں درجہ پر پہنچتا ہے ۔ تو آفتاب کو شرف حاصل ہوتا ہے ۔ لہذا ماہ فروردین کی انیسویں تاریخ کو عید کرتے ہیں اور چونکہ شمسی مہینہ کے ہر دن کا نام مقرر ہے اور دنوں کے ناموں میں مہینوں کے نام بھی شامل ہیں لہذا سوائے فروردین کے ہر مہینہ میں جب دن کا نام مہینہ کے نام کے مطابق آپڑتا ہے ۔ تو اُس روز عید کرتے ہیں مثلاً جب روز بہمن ماہِ بہمن میں آتا ہے ۔ تو عید کرتے ہیں ۔ اسی طرح جب روز اردی بہشت ماہ اردی بہشت میں واقع ہوتا ہے ۔ تو عید کرتے ہیں ۔ علیٰ ہذا القیاس ۔ اور دے کے مہینے میں تین عیدیں اس وجہ سے ہوتی ہیں ۔ کہ اس کے دنوں کے ناموں میں سے تین میں لفظ دے آتا ہے ۔ ایک دیبادر ۔ دوسرا دے بمہر ۔ تیسرا دے بادین ۔ اور چونکہ اس مقام پر قریب کل شمسی مہینوں اور دنوں کا ذکر آیا ہے ۔ لہذا یہاں اس کا تفصیلی بیان مناسب معلوم ہوتا ہے ۔ اس کتاب میں جہاں کہیں شمسی مہینوں اور دنوں کے معلوم کرنے کی ضرورت پڑے ۔ یہیں ملاحظہ فرمائیں :-

نمبر شمار	مہینوں کے نام	تعداد ایام	اسمائے بُرج	مطابق	انگریزی مہینوں کے نام
۱	فروردین	۳۱	دنتک آفتاب برج حمل میں رہتا ہے	تقریباً	فروری
۲	اُردی بہشت	۳۱	″ ثور ″	″	مارچ
۳	خورداد	۳۲	″ جوزا ″	″	اپریل
۴	تیر	۳۱	″ سرطان ″	″	مئی
۵	مُرداد	۳۱	″ اسد ″	″	جون
۶	شہریور	۳۱	″ سنبلہ ″	″	جولائی
۷	مہر	۳۰	″ میزان ″	″	اگست
۸	آبان	۳۰	″ عقرب ″	″	ستمبر
۹	آذر	۲۹	″ قوس ″	″	اکتوبر
۱۰	دے	۲۹	″ جدی ″	″	نومبر
۱۱	بہمن	۳۰	″ دلو ″	″	دسمبر
۱۲	اسفندیار	۳۰	″ حوت ″	″	جنوری

شمسی مہینوں کے دنوں کے نام حسب ذیل ہیں:-

ہر ماہ کی یکم اُرمزد ۶ خورداد ۱۱ خور ۱۶ مہر ۲۱ رام ۲۶ اشتاد ۳۱ روز
۲ بہمن ۷ مُرداد ۱۲ ماہ ۱۷ سُروش ۲۲ باد ۲۷ آسمان ۳۲ شب
۳ اُردی بہشت ۸ دے بادر ۱۳ تیر ۱۸ رش ۲۳ دیبادین ۲۸ زمیاد
۴ شہریور ۹ آذر ۱۴ گوش ۱۹ فروردین ۲۴ دین ۲۹ مار اسفند (از برہان قاطع)
۵ اسفندیا ۱۰ آبان ۱۵ دے بہر ۲۰ بہرام ۲۵ ارد ۳۰ انیران

حضرت شاہنشاہ اکبر اعظم کا فرمان شہباز خاں کنبو صوبہ دار مالوہ کے نام:-

چونکہ تخت شاہی پر جلوس فرمائی اور ظل اللہیت کے بزرگ چتر کی سایہ گیری کی ابتدا ہی سے درگاہ الٰہی کے اس نیاز مند کی داد گستر ہمت اور انصاف پرور نیت کے مد نظر یہ امر رہا ہے کہ سارے باشندے اور رعیت اور تمام لوگ اور خلقت جو کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ودیعتیں (امانتیں) اور بزرگ امانتیں ہیں اشاہی انصاف اور بخشش ... کے سایہ میں مطمئن اور فارغ البال ...

ہیں جو کہ نعمت کی زیادتی اور سعادت کی ہمیشگی کا سبب ہے۔ تر زبان اور شیریں بیان رہیں (رہیں)، خدا کا احسان ہے ۵ باشند
کہ روز بروز اس معاملہ کی صورت قوت کے نہانخانوں سے (قوت۔ کسی کام کی استعداد اور آمادگی کہ ہنوز اس کام
کا بتمام ظہور نہ ہوا ہو) نکلکر فعل (یعنی عمل و وقوع) کے مقامات ظہور پر حسب مراد ظاہر ہوئی۔ اور ہمیشہ مخلص امرا
اور منصف حکام جن کے معاملات کی نقدی قبولیت والا کی کسوٹی پر کسی جا چکی وہ ممالک محروسہ (یعنی ملکہائے
نگہبانی کردہ شد۔ مراد محفوظ از دخل غیر یعنی ممالک شاہی) ہیں ہر ہر مقام پر عدل کی شاہراہ پر چل کر انصاف کی
داد دیتے ہیں اور پسندیدہ خدمات کی برکتوں سے ترقی و تربیت کے منظور نظر ہو کر بڑے بڑے درجوں اور اعلیٰ
مرتبوں پر فائز ہوتے ہیں اور چونکہ عمدۃ الملک۔ بزرگ سلطنت کے رکن۔ روشن حکومت کے امین۔ خاقانی
(یعنی اکبری) ممالک کے مشیر۔ سلطانی بارگاہ کے مقرب۔ وافر الاعتماد۔ کامل الاعتقاد۔ عنایت واحسان کے
جائے ورود نظام الدین شہباز خاں کی بندگی اور خدمت گذاری کی دوسروں پر ترجیح اور ہواخواہی و جان
نثاری کی نسبت۔ جو کہ درگاہ والا کا مزاجدان۔ اور خاص الخاص مہربانیوں کا پروردہ ہے۔ اور ابتدائے ملازمت
سے اسوقت تک جو کام بھی ہم نے اسکے سپرد کیا۔ ہماری مرضی مبارک کیمطابق انجام کو پہنچایا محض راستی و درستی کے
سبب روز افزوں سعادتوں سے ممتاز ہے (لہذا) اسوقت انتہائے نوازش اور غایت عنایت کی بنا پر ہم نے حکم
صادر فرمایا کہ صوبہ مالوہ جو ممالک دلکشا کا خلاصہ ہے۔ کی حکومت و حفاظت خالصجات (جسکے محاصل سرکار میں
داخل ہوں) اور جاگیرداروں اور زمینداروں کے معاملات کے سارے ملکی و مالی کاروبار کے حل و عقد اور بست
و کشاد کا اختیار بالکلیہ مستقل طور پر عمدۃ الملک موصوف کے حوالہ اور سپرد رہے۔ تاکہ (وہ) اُن ملکوں اور شہروں
کی آبادانی۔ زراعت و محصول کی افزونی۔ گاؤں اور مزرعوں (یعنی چھوٹے دیہات) کی آبادی۔ سپاہیوں
کی نگرانی۔ شکستہ خاطروں کی دلداری۔ رعایا کی دلجوئی۔ مفسدوں کی سرکوبی۔ سرکشوں کی بیخکنی ضعیفوں ۵ قمع
کی دستگیری۔ ظالموں کی گوشمالی۔ مظلوموں کی تشفی۔ ٹوٹے ہوؤں کی درستی میں پورے طور پر بہترین کوشش کرے۔
اور یہ انتظام رکھے کہ سپاہیوں۔ امیروں اور منصبداروں کے ملازموں کا اچارہ یعنی خورش و خوراک مراد مشاہرہ
و درماہہ جس طرح سے کہ نام بنام دربار شاہی سے مقرر ہوا ہے حاصل (یعنی ہر سال کا حاصل جو جاگیر سے پیدا
ہو) کی مقدار کے موافق بلا توقف (انکو) ملتا رہے۔ لازم ہے کہ اس صوبہ کے بڑے بڑے امرا اور جاگیردار اور
کروری اور زمیندار عمدۃ الملک موصوف کو صوبہ کا مستقل گورنر جانکر اس کے صلاح و مشورہ سے جو کہ بالضرور
شاہی قاعدہ کے موافق اور سلطانی ضابطہ کے مطابق ہوگا۔ متجاوز نہ ہو۔ اور جسوقت (وہ کسی کو) طلب کرے تو

خواہ بتاکید بلایا ہو یا معمولی طور سے بلا توقف و تاخیر حاضر ہو جائیں اور ہمارے اس جہاں مطاع حکم (یعنی وہ حکم جسکی اطاعت تمام جہان پر واجب ہے) نے بھی شرف صدور حاصل کیا۔ کہ جو کوئی اس عمدۃ الملک کے صلاح و مشورہ کیمطابق عمل نہ کرے تو اسکی جاگیر کی محال (یعنی علاقہ) کو اس سے نکالکر درگاہ معلیٰ میں درخواست کریں تاکہ ہم بابعالی کے مخلصوں میں سے کسی اور کو اسکی جگہ مقرر کریں۔ کیونکہ امور سلطنت کا انصرام اور معاملاتِ حکومت کی درستی انہیں مندرجہ صدر باتوں سے وابستہ اور شائع ہے اور اسی طرح سارے بادشاہی قوانین و ضوابط اور حکمرانی کے احکام و اوامر جن میں سے ہر ایک اصل حکومت کی بنیاد اور قصر خلافت کا ستون ہے۔ ثابت قدم رہکر ان آداب الٰہی (یعنی قوانین اکبری) کی اشاعت اور ترقی میں پوری پوری کوشش لازم جانے اور ہمارے دل الہام منزل کو اپنے احوال سعادت اشتمال کی طرف متوجہ جانکر ہمیشہ رنگا رنگ عنایتوں اور روز افزوں نوازشوں کا امیدوار رہے۔ چونکہ ستاروں کی طرح چمکنے والے سلطانی لشکر عنقریب ہی تسخیر دکن کے لئے روانہ ہونے والے ہیں۔ کیونکہ وہاں کے حاکموں نے غفلت کے طریقے اختیار کرکے ظالموں کا دست ستم کھولدیا ہے۔ اور شاہانہ عنایتوں کی قدر نہ جانکر فرمانبرداری کے لوازم (کی انجام دہی) میں سعی نہیں کرتے۔ لہذا اُس رکن السلطنت کو چاہیئے کہ بہت جلد اُس صوبہ (مالوہ) میں پہنچکر اس طرح اس لشکر کا سر انجام کرے۔ کہ تحسین و آفرین کا سبب ہو۔ جس وقت ہمارے اقبال کے علم (یعنی شاہی سواری) گوالیار کے شکار کے لئے کوچ کریں گے۔ صوبہ مالوہ کے تمام جاگیرداروں سمیت اس رکن السلطنت کو حکم خدا جیسی روانی رکھنے والا حکم دیا جائیگا کہ پہلے سے ملک دکن میں پہنچکر اس ملک کی غمخواری کرے اور ملک دکن کے تمام باشندوں کی خوشحالی اور فارغ البالی میں خواہ سپاہی ہو خواہ رعایا بہترین کوششیں صرف کرے اور جو شخص از روئے اخلاص ناچار و مجبور (یعنی اسیر و منہزم) ہو جائے پہلے اطاعت قبول کرے اسکو شاہانہ عنایات کا امیدوار بنائے اسلئے کہ ہماری ذات اقدس عفو و کرم کا مظہر ہے۔

حضرت شاہنشاہ اکبر اعظم کا فرمان عام محصولات کی موقوفی کے بارہ میں:۔

موجودہ اور آیندہ بننے والے کارندے اور ممالکِ محروسہ کے جزو کل کے حاکم معلوم کریں کہ اس مسعود مبارک وقت میں کہ سریر آرائی سلطنت کی ابتدا سے (اسوقت تک) کہ دوسری قرن کا ساتواں (یعنی سینتیسواں "۳۷") سال ہے۔ اور حالانکہ دولت و اقبال کی بہار کی غایت شگفتگی کا آغاز اور جلال و جمال کی صبح کے نمودار ہونے کا وقت ہے (واضح ہو کہ نیک فال کے لئے کہتا ہے۔ کہ اگرچہ بظاہر ہمیں سلطنت

کرتے سینتیس برس گزرے لیکن کوئی شخص یہ خیال نہ کرے کہ حکومت کے زوال وانحطاط کا وقت آگیا بلکہ باوجود اس طول مدت کے ہماری سلطنت کا عنفوان شباب ہے) اس حکمنامہ نے جسکا سرنامہ عدالت ہے اور اس فرمان نے جسکی بنیاد فیض پر ہے نموداری کی جگمگاہٹ اور ظہور کی روشنی حاصل کی چونکہ خداوند عالم جل جلال قدرتہ (اسکے تقدس کی بزرگی بہت بڑی ہے) کی ابدی سلطنت کا آئین بزرگ اور نازین اعظم اللہ تعالیٰ کی حکمت کاملہ کے بموجب جو کہ عالم ایجاد (یعنی دنیا) کی دار وگیر (یعنی حکومت ومعاملات) کی سلسلہ جنبان (یعنی فاعل ومختار) اور دائرۂ کون وفساد (یعنی دنیا۔ کیونکہ کون بمعنی پیدا ہونا اور فساد بمعنی زائل ہونا) کی آراستہ کرنے والی ہے۔ اس امر کا متقاضی ہوا کہ ملکوں کی حکمرانی اور شہروں کا انتظام جس سے مراد مقیم ومسافر کے احوال کی درستی اور پیشہ وروں اور تاجروں کے کاروبار معاش کا انتظام ہے منصف بادشاہوں کی معاونت اور دریادل حکمرانوں کی پاسبانی کا عملی جامہ پہنتا ہے۔ اور خراج کے اقسام میں سے جس پر کہ نصرت واقبال کے لشکروں کے انتظام کا دارومدار ہے (جنود اقبال کے بعد لفظ است محذوف ہے۔ کیونکہ صفت وموصوف کے درمیان کسی دوسرے لفظ کا حائل ہونا کراہیت رکھتا ہے) جو کہ لوگوں کی جان ومال کے محافظ اور مذہب وحالت کے پاسبان ہیں ایک قسم اشیاء کا محصول ہے (خراج وباج اگرچہ مترادف لفظ ہیں۔ مگر خراج دیہات کے زر تحصیل کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اور باج اس محصول کو کہتے ہیں جو اجناس واشیاء کے بیچنے اور خریدنے والوں سے لیا جاتا ہے) جو کہ خرید وفروخت کے بازار اور لین دین (یعنی خرید وفروخت) کی منڈی میں آتی ہیں (چون وچرا سے مراد اگرچہ بیچنے اور خریدنے والے کی گفتگو ہے مگر مجازاً یہاں خرید وفروخت مراد ہے) کہ اگر نگران اور ایماندار لوگوں (یعنی جو لوگ کہ چیزوں پر محصول لینے کی غرض سے سرکار کی طرف سے بازاروں میں متعین ہوتے ہیں) کے انصاف کی ترازو میں نہ تولا جائے (یعنی وہ لوگ محصول نہ لیں) جو کہ کوئی والہی (یعنی وہ چیزیں جو خدا کی قدرت سے انسان کی صنعت ودستکاری کے بغیر پیدا ہوتی ہیں۔ مثلاً زر وجواہر۔ اون۔ میوہ۔ اناج وغیرہ) نقد وجنس کے پرکھنے والے اور انفسی وآفاقی عرض وجوہر کی قیمت لگانیوالے ہیں (عرض متاع اور جو کچھ زر وسیم کے علاوہ ہو اور جو بذات خود قائم نہ ہو مثلاً رنگتیں اور کیفیتیں اور جوہر سے مراد اجسام جن میں عرض وطول وعمق ہو انفسی وآفاقی یعنی جو چیزیں ذیروح اور ملاذ عالم سے تعلق رکھتی ہیں یعنی جو انسان کی سعی ودستکاری سے پیدا ہوں۔ مثلاً برتن۔ کپڑے۔ آلات وغیرہ) تو بالضرور کل ہنتریوں کا انجام تباہی اور ساری خوبیوں کا

سنجیدہ

عراض وجواہر

مآل برائی ہو دیس اللہ کا شکر ہے کہ احوال انصاف قرین کی ابتدا ہی سے ہماری عدالت پر نظر رکھنے والی طبیعت کی تمامی توجہ اور جوانمردی کی قرارگاہ رکھنے والے دل کی عامہ خلایق کی آسودگی اور خاص رعیت کی پرورش کے مراسم میں جو کہ دراصل ہمارے معنوی فرزند اور خداوند عالم کی امانتیں ہیں مصروف رہی (اور) خدا کا احسان ہے کہ انصاف کی درخشانیونکی جگمگاہٹ سے سوادِ اعظم ہندوستان اور دیگر ممالک محروسہ طرح طرح کی ناز و نعمت کا سرچشمہ اور ہفت اقلیم (مراد تمام عالم) کے مسافروں کا امن گاہ بنے ہوئے ہیں۔ اسوقت ذاتی مہربانیوں کی وسعت اور طبعی نوازشوں کی غایت کے بموجب حکم جاری اور فرمان قاطع نے صادر ہونیکا شرف اور جاری ہونیکی عزت حاصل کی کہ ہر قسم کے ناج دانے۔ نباتات خواہ غذائیں ہوں یا دوائیں نیل۔ نمک شکر ہر قسم کی خوشبوئیں۔ ہر طرح کا ٹاٹ اور روئی (یعنی ٹاٹ کے بورے وغیرہ اور سوتی کپڑے) اونی کپڑے چمڑے کے ظروف (مثلاً ڈول۔ چرس مشک۔ جوتیاں وغیرہ) تانبے کا سامان۔ لکڑی کی چیزیں۔ ایندھن۔ بانس یا نرکل۔ گھانس پھونس اور دیگر اشیاء اور اسباب و متاع و اجناس جن پر جمیع خلایق کی معاش کا دار و مدار ہے۔ اور خاص و عام کی روزی کا انحصار ہے ان سب چیزوں پر جو تمغا دباج و زکواۃ و صد یک (بیسواں حصہ) کے نام سے اور جو کچھ کم و بیش محصول لیتے رہے ہیں (تمغا کے لغوی معنی مہر کے ہیں لیکن اسجگہ مجازاً بمعنی مہرانہ کہ سوداگروں کے مال پر مہر کر کے اسکا محصول وصول کرتے ہیں) گھوڑے۔ ہاتھی۔ اونٹ بکری بھیڑ ہتھیار اور ریشمی کپڑوں کو چھوڑ کر باقی کل مذکورہ چیزوں کا محصول معاف و موقوف رہے۔ اور اسوقت تک جو کارخانہ سلطنت کے کارندے اس قسم کے امور پر کاربند رہے ہیں (یعنی محصولات لیتے رہے ہیں) تو وہ (خلایق کی) حفاظت کی بنا پر تھا تاکہ طاقتور کمزوروں پر دست درازی نہ کر سکیں۔ اور کوتاہ اندیش زبردست عاجزوں کو پامال نہ کریں۔ اب کہ بادشاہی رعب جلال اور عظمت و دبدبہ افرادِ عالم کے دلوں میں جاگزیں ہو گیا اور ملک کے چپہ چپہ پر انصاف و کرم کے انوار چھا گئے (تو) منعم حقیقی (یعنی خداوند عالم) کی عنایتوں کے شکرانہ میں ان تمام چیزوں کے محصولات جو ایک بھاری خزانہ اور بھرپور گنجینہ ہیں ان بیانات چیزوں کے علاوہ جو ملکی مصلحتوں کی بنا پر علیحدہ کر لی گئیں۔ ہم نے بالکلیہ معاف کر دیئے۔ برخوردار فرزند۔ نامدار امراء۔ صوبوں کی مہمات کے کارندے۔ ممالک کے حاکم۔ شہروں کے جاگیردار۔ خالصونکے عامل۔ حاکم قصبوں اور دیہات کے۔ متاجر۔ سارے جنگی خانوں کے افسر۔ راستوں کے محافظ۔ سرکوں کے نگہبان۔ حلقوں کے زمیندار اور ملک کے نامورونکو چاہئے کہ اس فرمان معلےٰ کے مضمون کو گوش ہوش میں جگہ دیکر حکم جہاں متاع کے جاری کرنے میں پوری پوری کوشش لازم جانیں اور فرمان واجب الاذعان کی تعمیل میں کوئی کسر اٹھا رکھیں

حضرت شاہنشاہ اکبر اعظم کا فرمان حاکم خاندیس راجی علی خان کے نام :-

ریاست و سنت کو پناہ دینے والے اخلاص و محبت پرورش رکھنے والے عزت و بزرگی کے خاندان کے لب لباب بزرگی و برتری کے گھرانے کے بازو۔ سعادت شعار مخلصوں میں سے برگزیدہ۔ خیر اندیش۔ مقربوں میں سے چیدہ۔ بادشاہی عنایت کی جائے ورآمد۔ ہزارہا خیر خواہیوں کے مصدر۔ بہترین راستباز۔ قوی دلیل حکمرانوں میں سے انتخاب۔ راجی علیخاں طرح طرح کی شاہانہ عنایات اور روز چند (کئی گنا) خسروانہ نوازشات سے قوی پشت اور بشارت یاب ہو کر معلوم کریں کہ خداوند عالم کا شکر و احسان ہے کہ شاہی توجہات کی برکتوں سے جو کہ خداوند عالم کی مہربانیوں کی زبردست علامت ہیں ایسی بڑی فتح اور زبردست نصرت۔ باطن کے نہانخانہ سے نکلکر ظہور کے امن گاہ پر رونما ہوئی اور چونکہ درگاہ معلی میں اس مخلص حقیقی کے اخلاص کے تعلقات اور خصوصیت کے مراسم ثابت اور استوار ہیں بنابرین پہلے تو ہماری دوربین نظر میں اور پھر دوربینوں والوں کے نزدیک امر (یعنی فتح جو اسکی کوششوں سے حاصل ہوئی) اسکی عزت و آبرو کے بڑھ جانیکا سبب ہوا اور ہماری خاطر اقدس کی توجہات کی نوازشوں سے حقیقتاً سارے دکن کی مہمات (یعنی کاروبار و معاملات حکومت) اور وہاں کے حاکموں کے معاملات کا انتظام اس مصدر خیر خواہی کی طرف رجوع ہوا بہتر یہ ہے کہ اس زبردست عنایت کی قدر جانکر اور اس بزرگ نوازش کا شکر بجالا کر اوامر احکام مطاعہ (یعنی اطاعت کردہ شدہ) کی تعمیل کرنے میں ہمیشہ اسی طرح پوری پوری سعی اور کوشش کرے تاکہ اس ایالت پناہ کا کام (یعنی مرتبہ) روز افزوں ترقی کرے۔ اور حق یہ ہے کہ اس خیر اندیشی کے مظہر سے ہمیشہ ایسی پسندیدہ خدمتیں ظہور میں آئی ہیں۔ جو دور اندیش خیر خواہوں اور حقیقت پسند تجربہ کاروں کے لایق ہو سکتی ہیں اور اب بھی ہمارے عالم قدس پر نظر رکھنے والے دل میں یہی جاگزیں ہے (یعنی اب بھی تم سے حسن خدمات کی توقع ہے) اور اس نیکبخت کے احوال کا انتظام اس شان کے ساتھ کہ خلل کی گرد اسکے دامن پر نہ بیٹھے ہمارے عرش پر نظر رکھنے والے دل کے ملحوظ خاطر ہے۔ اور چونکہ اس سعادتمند باخبر کی نیک طینتی اور درست عقلی ہماری خاطر اقدس کے نزدیک قابل اعتماد ہے لہذا مناسب ہے کہ ہمیشہ راست بینی مدنظر اور خیر اندیشی منظور خاطر رہے اس لئے کہ خدائی تائیدات اور بیشمار فتوحات کے سبب جو ہمارے اقبال کی پیشانی کے نقش اور ہمارے احوال کے زائچہ کی تحریریں ہیں وزائچہ۔ منجم و رمال دریافت مطلوب کیلئے اجمالی طور پر طالع کا نقش کھینچکر رکھ چھوڑتے ہیں تاکہ ضرورت کیوقت تفصیل احکام اس سے معلوم کریں) ہماری بارگاہ کی فرمانبرداری اور اطاعت اصحاب دین و دنیا کی سعادت کی افزونی اور دولت کی بقا کا دیباچہ ہے اور ہمارے کعبۂ

(حاشیہ: نشینند)

آستان سے مخالفت اور سرتابی انکی ابدی بدبختی کا سرنامہ اور دائمی زوال کی دلیل ہے اور اہل عالم پر ظاہر ہے۔ کہ سریر آرائے سلطنت کی ابتداسے لیکر اسوقت تک کہ دوسری قرن کا ساتواں (یعنی سینتیسواں) سال ہے۔ اور حالانکہ ابھی بہا سلطنت کا آغاز اور اقبال کے سال کا نوروز (پہلا دن) ہے ہم نے جسطرف ارادہ کا علم بلند کیا اور توجہ کی باگ موڑی نصرت و اقبال جلالت کے لشکروں کا طلایہ (وہ فوج جورات کے وقت حفاظت کی غرض سے لشکر کے گرد پھرتی ہے) اور عنایت کی فوجوں کا ہراول بنا۔ (یعنی فتح و نصرت آگے آگے چلی) اور اس مرتبہ پنجاب کی جانب ہمارے سربلند علموں کا کوچ ہوا تھا تو کابل کے تصفیہ۔ ولایت کشمیر کی تسخیر۔ وحشی افغانوں کی سرکوبی اور صوبہ قندھار کے بلوچوں کی گوشمالی کی غرض سے ہوا تھا۔ ہمارے دل میں جو الہام کا محل اور غیب کا جہاں نما آئینہ ہے جو ارادہ جاگزیں تھا اس سے بہتر صورت میں عالم ظہور میں آیا۔ اگرچہ قندھار و سیستان کی آزادی بھی ہماری خاطر اقدس کے مدنظر تھی۔ لیکن چونکہ عظمت و شوکت دستگاہ شاہ عباس نے جو ایران کے فرمانروا ہیں۔ قدیمی دوستانہ تعلقات کا لحاظ کرتے ہوئے مخلصانہ عرضیاں اور اعلیٰ تحفے ہوشیار ایلچیوں کے درگاہ معلیٰ میں بھیجکر اخلاص و التجا کا اظہار کر کے ہر طرح کی کمک و مدد طلب کی تھی اور اگلے وقتوں سے انکے بزرگ اپنی سلطنت کی ابتدا (یعنی سلطنت کی بنیاد پڑنے کو) حضرت صاحبقران (یعنی امیر تیمور۔ صاحبقران اس بادشاہ کو کہتے ہیں جسکی ولادت یا تخت نشینی کے وقت زحل و مشتری کا ایک دقیقہ قران عظمیٰ واقع ہو) کی مہربانی کے سبب سے جانتے رہے ہیں۔ چنانچہ شاہ اسمٰعیل کے جد بزرگوار (یعنی شاہ صفی) کی استدعا پر روم کے امراء کی رہائی اور اس سرزمین کے رؤسا کی آزادی اور پھر اس جماعت (یعنی امرائے روم) کی امداد سے شاہ اسمٰعیل کا خروج (یعنی دعویٰ سلطنت کرنا) تاریخ کی کتابوں سے ظاہر ہے دکتب تواریخ میں مذکور ہے کہ جب تیمور نے روم کو فتح کیا تو کچھ رومی امیروں کو گرفتار کر کے ہمراہ لے چلا۔ جب ایران میں پہنچا تو شاہ صفی نام سادات رضویہ میں سے وہاں ایک بہت بڑے درویش تھے تیمور نے مصمم عزم کر لیا کہ اگر درویش مذکور بذات خود میرا استقبال اور اپنے لئے کوئی سوال نہ کرے اور ضیافت میں اس قسم کی غذا پیش کرے جو میں نے کبھی نہ کھائی ہو۔ تو میں اسکا معتقد ہو جاؤنگا۔ جب تیمور شہر کے قریب پہنچا تو شاہ صفی نے اپنے بیٹے کو استقبال کیلئے بھیجا اور ملاقات کے بعد امرائے روم کی رہائی کی درخواست کی اور کھانے کیوقت شیر برنج بادشاہ کے آگے پیش کی۔ تیمور نے اپنے دل میں کہا کہ یہ تو کوئی ایسی چیز نہیں جو میں نے نہ کھائی ہو شاہ صفی نے اپنے باغ کے دروازہ کا پردہ ہٹا دیا تیمور نے دیکھا کہ بہت سی ہرنیاں چر رہی ہیں۔

شاہ صفی نے فرمایا یہ تنبیر برنج انہیں کے دودھ کی تھی یقین ہے کہ آپ نے کبھی نہ کھائی ہوگی تیمور معتقد ہوگیا اور کل رومی
امرا کو رہا کر دیا ان امیروں نے شاہ صفی کی رفاقت اختیار کر لی اور انکی وفات کے بعد انکے پوتے شاہ اسمعیل کو تخت نشین
کیا) اور جنت آشیاں (یعنی ہمایوں پدر اکبر) کے تعلقات بادشاہ مبرور و مغفور (یعنی شاہ طہماسپ صفوی پسر شاہ
اسمٰعیل جد شاہ عباس) کے ساتھ سب کو معلوم ہیں (اور وہ روابطہ یہ ہیں۔ کہ ہمایوں جب شیر شاہ سے شکست کھا کر
مصیبت زدہ بادشاہ ایران شاہ طہماسپ کے پاس پہنچا۔ طہماسپ نے ہمایوں کا بہت اعزاز و اکرام کیا۔ اور اسطرح پیش آیا جسطرح
ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ سے پیش آتا ہے۔ اور ۱۲ برس تک اپنے یہاں مہمان رکھا جب شیر شاہ اور اسکا بیٹا سلیم شاہ بھی مر چکا
تو ہمایوں کو تین ہزار فوج دیکر ہندوستان کیجانب روانہ کیا ہمایوں نے پہلے افغانستان اور پھر ہندوستان فتح کر لیا اور
دوبارہ ہندوستان کا بادشاہ بنا) اسوقت جبکہ ان پر وقت پڑا ہے تو شاہی جوانمردی اس امر کی متقاضی ہوئی کہ ہم نے
فتحمند لشکروں کو اطراف (یعنی قندھار و سیستان) کے بار جانیکی ممانعت کر دی اور قندھار کو انہیں میرزاؤں کے قبضہ
میں رہنے دیا جو اس خاندان (یعنی خاندان شاہ عباس) سے نسبت رکھنے والے ہیں۔ اور کشمیر کی سیر جو شروع سے لیکر
اسوقت تک خاطر اقدس کو مطلوب و منظور تھی۔ اسکی فتح کے بعد ہم نے چاہا کہ اس سرزمین پر جو اللہ تعالیٰ کی تازہ بخششوں
میں سے تھی سجدۂ شکر الٰہی بجا لائیں اونچے اونچے بلند پہاڑوں۔ بڑے بڑے چھتناور اور گنجان درختوں اور زور و شور سے
بہنے والے دریاؤں کے طوفان کے باوجود جو راستہ میں حائل تھے۔ اور وہاں سے فتحمند لشکروں کا گذرنا محال
ہوتا تھا۔ توفیق الٰہی سے فوج سمیت ہم اس طرف کوچ کرنے کیلئے آمادہ ہو گئے۔ اور فرمان عالی صادر ہوا تھا
تا آنکہ چند ہزار ہوشیار سنگتراش بارگاہِ عالی سے آگے آگے چلتے تھے اور راستہ کے کھولنے اور فراخ کرنے میں
انتہائی کوشش کرتے تھے۔ چنانچہ تھوڑی ہی مدت میں کشمیر کی آخری حدود اور کوہستان تبت تک سیر کر کے
ارادہ کے نقارہ کا غلغلہ کابل کی جانب بلند کیا۔ اور نزہت آبادِ کابل کو از سرِ نو شاہی لشکروں کا خیمہ گاہ بنا کر
اپنے ہاتھ سے ایک ایسے قلعہ کا سنگِ بنیاد رکھا جو حفاظت الٰہی کا مستحکم حصار ہو سکتا ہے اور یہ امر ہمارے دور اندیش
دل میں جاگزین تھا کہ جوانمرد بہادروں کی ایک جماعت کو پہلے سے مقرر فرما کر ولایت بدخشان کو آزاد کر کے شاہرخ
میرزا کو بخشدیں لیکن اسی اثناء میں حکومت پناہ شجاعت دستگاہ۔ عبداللہ خاں اوزبک کے سفیر کثیر تحفوں اور ہدیوں
سمیت کئی بار پیہم اور متواتر ہماری درگاہِ عالم پناہ میں پہنچے۔ چونکہ حکمرانوں کے ساتھ دوستی اور اخلاص کے سوا
اور کوئی امر مد نظر والا نہیں ہے۔ لہٰذا ہم نے دولت و اقبال کے ساتھ واپس ہو کر دار الخلافۃ لاہور میں جو ممالک
محروسہ کا مرکز ہے۔ نزولِ اجلال فرمایا۔ اور کوتاہ اندیش پہاڑی افغانوں کی سرکوبی اور گوشمالی اسطرح ہو گئی کہ

بہت سے تو ہمارے حلقہ بگوش اطاعت ہو گئے اور جنہوں نے کہ ہمارے اقبال کے کعبہ سے انحراف کیا۔ وہ ایک کثیر تعداد میں ہماری
شوکت و عظمت کی رسیوں میں جو کہ خداوند عالم کے قہر و جلال کا پرتو و نمونہ ہے گرفتار ہو گئے۔ اور سمرقند و بخارا و ترکستان میں
بیچ ڈالے گئے (غایت فروخت اسیروں کی تذلیل و تہدید ہے نہ کہ احتیاج زر) اور چونکہ اس جانب سے خاطر اشرف بالکل
مطمئن ہو گئی۔ انشاءاللہ تعالیٰ ہم عنقریب ہی کسی اچھی ساعت اور شبھ گھڑی میں جو پوشیدہ گوشوں کے بلند بینوں (یعنی منجموں)
کی منتخبہ اور آسمانی خطوط کے دقیقہ شناسوں (یعنی نجومیوں) کی چیدہ ہو دارالسلطنت آگرہ کو واپس ہونگے اور اپنی تشریف
شریف کے انتظار کرنے والوں پر فیض و کرم کے دروازے کھولینگے۔ اور چونکہ سلطانی رسالوں کے علموں کی روانگی[۵] سے ۵ انتہاض
پیشتر ہی اہل عالم کی مہمات کا انصرام کرنے والا اجلال صوبۂ مالوہ کی انتہائے آسودہ حالی اور آبادانی میں مصروف ہو گیا۔
لہٰذا شہزادہ کامگار برخوردار۔ دولت و اقبال کی پیشانی کی روشنی عظمت و جلال کی آنکھ کی ٹھنڈک مبارکی و فتحمندی
کے تاج کے گوہر۔ سعادتمندی اور حق پسندی (کے ہار کے درمیان والے) سب سے بڑے موتی۔ فرزند ارجمند سلطان
مراد کو ہم اُس صوبہ (یعنی مالوہ) میں بھیجتے ہیں۔ مناسب یہ ہے کہ انکی تشریف آوری کو خاص رحمت الٰہی کا نزول اور
بیقیاس سعادت کا ورود جانکر اطاعت و اخلاص کے لوازم میں بہترین کوششیں کرے اور پھر نئے سر سے اپنے
آپ کو شاہانہ نوازشات کا مورد بنائے۔ اور اب چونکہ قرب مسافت حاصل ہو گیا ہے (کیونکہ مالوہ اور خاندیس ایک
دوسرے کے متصل ہیں) لہٰذا ہمیشہ لوگوں کے ہاتھ مخلصانہ عرضیاں بھیجکر مراسم دوستی انجام دیتا رہے اور جس وقت
اس منتخب مخلص (یعنی مکتوب الیہ) کو کسی معاملہ میں مدد اور کمک کی ضرورت پیش آئے تو حقیقت حال مشرح طور
پر شاہزادہ کامگار کے گوش اقدس میں پہنچائے کیونکہ ہم نے اپنے حضور مبارک میں (شہزادہ موصوف سے) اُس چیدۂ
مخلصان کی سفارش کر دی ہے کہ اس خیر خواہ مخلص کو خاص رفیقوں اور شاہراہ اخلاص پر ثابت قدم رہنے والوں
میں سے تصور کرکے ہر معاملہ میں امداد و اعانت کریں۔ اس وقت جبکہ ہماری درگاہ کے ساتھ اُس بہترین مخلص کی یہ
نسبت متحقق ہو گئی ہے۔ کہ اُسکے التماس و استدعا پر دوسروں کے معاملات کا سرانجام کیا جاتا ہے تو اس خیر خواہ حقیقی
کے خود اپنے مطالب و مقاصد کا تو ذکر ہی کیا۔ مناسب ہے۔ کہ کسی قسم کا فکر اپنے پاس نہ پھٹکنے دے اور شہزادہ بلند اقبال
کی ہمسائیگی کو اپنی روز افزوں ترقی کا دیباچہ سمجھکر فرمانبرداری کے مراسم کی انجام دہی میں سعی کرکے آسودہ حال اور
فارغ البال رہے۔ اور خبردار ہوشمندوں پر پوشیدہ نہیں ہے کہ شاہان والاقدر کہ دنیا اور دنیا والوں کی تسخیر جنکی بلند
ارادہ ہمت کے مدنظر ہوتی ہے۔ حکام دیار اور والیان ملک سے بجز اخلاص و اطاعت کے اور کچھ مطلب نہیں
رکھتے۔ اور جو حاکم مآل اندیشی اور تجربہ کاری کے اقتضا سے خود ہی اس بات (یعنی اخلاص و اطاعت بادشاہ)

کو مدنظر رکھکر اخلاص وعقیدت کی بنیادوں کے استحکام میں ثابت قدم رہتا ہے تو بالضرور اُسکی عزت وآبرو برقرار رہ کر اعزاز وترقی کا سبب ہوتا ہے۔ اور وہ عقیدت پناہ تو خود قدیم مخلصوں اور ہمیشہ اخلاص رکھنے والے ہواخواہوں میں سے ہے اب یہ امر کہ اس مرتبہ جو ممالک عظمیٰ کا قوت بازو۔ خلافت کبریٰ کا معتمد علیہ۔ امرائے کبار میں سے برگزیدہ۔ روسائے نامدار میں سے چیدہ۔ سلطنت عالیہ کا رکن۔ دین کی حمایت میں لڑنیوالا۔ اعظم خان اُن اطراف (یعنی حدود خاندیس) میں گیا تھا اور اُس خیر اندیش (یعنی مکتوب الیہ) نے (سردار مذکور کے) لوازم خدمت انجام نہیں دیئے۔ تو یہ بات بعض موانع کی بناپر ظہور میں آئی جنکی تشریح کی ضرورت نہیں۔ یہ وجہ ہرگز نہ تھی کہ اس راسخ الاخلاص کے اخلاص میں کچھ فتور آگیا ہو واضح ہو کہ اعظم خاں جو اکبر کا کوکا یعنی برادر رضاعی تھا۔ جب خاندیس گیا تو راجی علیخان نے اسکی خاطر مدارات نہیں کی تھی۔ اور اپنی اس غلطی کیوجہ سے بہت نادم تھا۔ لہذا بادشاہ اسکی رفع خجالت اور تالیف قلب کیلئے لکھتا ہے۔ کہ ہم جانتے ہیں کہ تمہارا اعظم خاں کیخدمت نہ کرنا بعض امور کے سبب سے تھا۔ اور اس موقع پر مصلحتِ وقت بھی یہی تھی۔ نہ کہ اس بنا پر کہ تم ہم سے جو اخلاص وعقیدت رکھتے ہو اسمیں کچھ نقص آگیا ہو پس چونکہ تمہارے اخلاص میں ہم نے کوئی فتور نہیں پایا۔ لہذا طرح طرح کی عنایات سے تمہیں ممتاز کیا، لہذا اسکے متعلق طرح طرح کی نوازشیں ظاہر فرماکر ہم نے اہل عالم کے درمیان اس کو افتخار بخشا شاہی عنایات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس امیر کبیر (یعنی مکتوب الیہ) کے ساتھ عمدۃ الملک حکومت کے مشیر سلطنت کے امین تخت شاہی سے تقرب رکھنے والوں کا خلاصہ۔ قلب سلطانی کے رازدانوں کا انتخاب اصحاب علم وحکمت کے پیشوا۔ وافی ترفیض اور کامل ترفضل کا مظہر۔ ظاہری وباطنی (یعنی دنیوی واُخروی) کمالات کے جامع دینی ودنیوی افعال (حسنہ) واعمالِ (صالحہ) کے آراستہ کرنے والے علامہ ابوالفضل کا جو ہماری بزم معرفت کے رفیقوں میں سے ہے۔ رشتہ قرابت قائم کردیا (بادشاہ نے ابوالفضل کے بیٹے عبدالرحمن کی نسبت راجی علیخاں کی دختر سے اور راجی علیخاں کے بیٹے ابراہیم کی نسبت ابوالفضل کی بہن شریفہ کے ساتھ کردی تھی)، تاکہ جسطرح علامہ موصوف مخلصان بارگاہ کا خلاصہ ہے۔ وہ حق پسندی کا مورد بھی وجمع اور مطمئن ہوکر ہمارے کامل مخلصوں کے شمار میں آجائے۔ اور ہمیشہ ہم اس کو اپنا محرم راز سمجھ کر دلی دوستوں میں سے تصور کرکے ایسی ایسی عنایتیں کہ اس نیک اندیش کے دل میں کبھی ان کا خیال بھی نہ آیا ہوگا۔ ظاہر فرماویں۔ تاکہ (وہ عنایات) اہل عالم کی امیدواری کا باعث ہوکر سارے والا گوہروں (یعنی شرفا) کے اخلاص کا دستور العمل بن جائیں۔ اس وقت خاطر اقدس میں یہ بات آئی تھی کہ چونکہ اس خیر خواہ قدیم نے از سر نو پسندیدہ خدمات انجام دی ہیں لہذا اعزاز واکرام

کے طور پر حضور مبارک میں طلب کرکے طرح طرح کی عنایات اسکے شامل حال فرماکر رخصت کردیں تاکہ پھر کوئی شخص اس
کثیر الاعتماد کی بابت کوئی ناشائستہ بات ہمارے گوش مبارک میں نہ پہنچائے اور خود غرض لوگوں کی کساد بازاری
ہوجائے لیکن اس بنا پر کہ ان حدود کا خالی چھوڑنا اور دور دراز فاصلہ پر طلب کرنا مناسب[۵] نہیں لہٰذا ارادہ کی ۵ لائق
باگ اس طرف سے موڑ دی اور خاطر اشرف میں یہ بات آئی کہ کسی ایسے شخص کو بھیجنا چاہئے جس کی ملاقات گویا
ہماری ملاقات ہو تاکہ اس خیر اندیشی کے فاعدوں کے مصدر کی خالص عقیدت و اخلاص کی حقیقت سمجھکر ہماری
خدمت مبارک میں عرض کرے۔ اس بنا پر افادت و افاضت مآب (یعنی وہ شخص جس کی جائے بازگشت فائدہ و
فیض رسانی ہے) حکمت و معرفت کا سرمایہ۔ علوم حکمیہ و شرعیہ کا جامع (علوم مذکورہ) کے فروع و اصول پر حاوی۔
بارگاہ شاہی کے بہترین مخلص۔ خاصان دربار میں سے انتخاب۔ درگاہ سلطانی کے مقرب۔ حکومتِ خاقانی (یعنی
اکبری) کے معتمد علیہ۔ ملک الشعراء (یہ فیضی کا خطاب ہے) شیخ ابو الفیض فیضی کو جس نے کہ ہماری عنایت کے سایہ
میں پرورش پائی ہے اور ہم نے بارگاہِ سلطانی سے اس کا دور ہونا کبھی گوارا نہیں کیا اور اسکی رموز دانی۔ نکتہ سنجی۔
دور بینی۔ مردم شناسی اور خلوص و عقیدت کے مراتب و مدارج کا سمجھنا۔ ہماری جناب میں بخوبی آشکارا ہے اس
منتخب مخلص (یعنی مکتوب الیہ) کے پاس روانہ کیا ہے۔ تاکہ ہماری طرح طرح کی عنایات کو کماہی (جیسی کہ وہ
ہیں) دلنشین کرکے اس سعادت سے آگاہی رکھنے والے خیر خواہ کو شاہی نوازشات جلیلہ اور زبردست عنایات
کثیرہ کا یقین دلاوے۔ اور جو باتیں کہ ہماری خاطر اقدس میں جاگزیں ہیں سب اُس تک پہنچادے اور اسکے اخلاص
و ارادت کی حقیقت کے راز اور عقیدت و خصوصیت کی باریکیوں کو بھی سمجھکر (میرے نزدیک اُن دونوں فقروں
میں سے ایک ضرور محرّف ہے اسلئے کہ ابو الفضل جیسے انشا پرداز سے یہ توقع نہیں کیجاسکتی کہ ان جیسے ایک دوسرے
سے وابستہ مرادف المعنی فقرات میں ایک ہی لفظ یعنی عقیدت دو مرتبہ صرف کرے۔ عندلیب ۱۲) اور عقل کی ترازو
میں تولکر حضور والا میں عرض کرے۔ اس مخلص خیر اندیش کو چاہئے کہ ہماری حقیقت کا اظہار کرنیوالی باتوں کو کیا[۵]
جو نوازش آمود فرمان میں مندرج ہیں اور کیا وہ پاکیزہ آثار کلمات جو ہم نے زبانی افاضت مآب موصوف سے خلوت
میں فرمائے ہیں گوش ہوش سے سنکر شاہانہ عنایات کے مراتب اور خسروانہ نوازشات کے مدارج (کی حقیقت) کو
اپنی دوربین عقل سے سمجھکر اس طرح مخلصانہ واقفکارانہ طور سے سعی کرے کہ دکن کے سارے عالم بالخصوص حکومت پناہ[۵]
امارت انتباہ (یعنی وہ شخص جو یہ جانتا ہو کہ حکومت کس طرح کرنا چاہئے) خاقان (یعنی اکبر اعظم) کا منظور نظر۔ سلیمانی
(یعنی اکبری یا حضرت سلیمان کی سی) حشمتم بالشان (عنایات سے محصور (یعنی) برہان نظام الملک جو کہ از سر نو اس درگاہ

کا پرورش یافتہ ہے حسن خدمت کے لوازم اور حق شناسی کے ضوابط کامل طور پر انجام دے اور ناعاقبت اندیش کوتاہ بینوں
کی باتوں سے ہماری عقیدت واطاعت سے منحرف نہ ہو (انجام دے اور منحرف نہ ہو کا فاعل بہادر نظام الملک ہے) اسلئے کہ
یہ بات (یعنی نظام الملک کا ہمارا مطیع رہنا) اس حقیقت اندیش مخلص (یعنی مکتوب الیہ) کے اعتبار اور اُس ملک کی رعایا
کے امن و امان کا سبب ہوگی۔ اور چونکہ مدت سے حکام دکن کی عرضیاں اور انکے وکیل درگاہِ عالم پناہ میں نہیں آئے لہذا
اس وجہ سے خاطر مبارک ہرگز اس امر پر راضی نہ تھی کہ حکام دکن کے پاس کسی شخص کو بھیجا جائے مگر چونکہ عنایت بادشاہی
عام ہے اور اُس مخلص خیر خواہ کے ان (حکام دکن) سے گہرے تعلقات ہیں۔ لہذا اس امر (یعنی حکام دکن کے پاس کسی
شخص کے روانہ کرنے) کو اس حقیقی خیر خواہ کے ساتھ دیگر عنایات کے علاوہ ایک عنایت سمجھکر مقربان بارگاہ میں سے چند
آدمیوں کو جو ہماری کثرت عنایت و نوازش کے ساتھ مخصوص ہیں۔ افاضت پناہ موصوف (یعنی فیضی) کے ہمراہ روانہ کردیا
چاہئے کہ اس جماعت کے انتظام وانصرام میں اور ان کو جلد سے جلد ہمارے پاس واپس بھیجنے میں انتہائی کوشش فرض جانے
اور اپنے اوپر ہماری عنایات جلیلہ کے ظاہر ہونے کی بنا پر دلی خواہش کا اظہار کرے جو مطلب و مقصد کہ رکھتا ہو۔
افاضت مآب مشار الیہ کے ذریعہ درگاہ معلی میں عرض کرے کیونکہ ہماری پاک اثر عنایت غایت درجہ اس منتخب
ہوا خواہ مخلص کے متعلق ہمارے دل اقدس میں جاگزیں ہے پس اُس کی ہر استدعا درجہ قبولیت پر پہنچیگی۔ اور اس غایت نوازش و
مہربانی کے تقاضہ سے جو ہم اس اخلاص شعار کے حال پر فرماتے ہیں، خاصہ کا خلعت (کہیں نمبری چالیس ہزار یا پانچ پی
کے ولایتی خاصے ڈبی وَن کے لٹھے یا نیلے صاحب کے ٹینگی کے لنکلاٹ کا خلعت نہ سمجھ لیجئے گا۔ خلعت خاصہ سے مراد
ہے خاص بادشاہی خلعت) جڑاؤ قبضہ کی تلوار۔ دو گھوڑے تازی و ترکی۔ ایک قطار (یعنی نو) ولایتی نر اونٹ اس ۵ دو راس اسپ
خیر اندیش مخلص کیواسطے بھیجے ہیں۔ چاہئے کہ ہر طرح دلجمع ہو کر ہماری خاطر اقدس کی توجہ کو اپنے احوال کے انتظام میں
مصروف اور اپنے مقاصد اور امیدوں کے حاصل ہونیکا ذمہ دار تصور کرے اور چونکہ ہماری توجہ عالی ہمیشہ لائق اور قابل
لوگوں کی پرورش اور اُنکی آسودہ حالی میں بالخصوص صاحبان علم و حکمت کی تربیت میں مصروف ہے لہذا وہ (یعنی مکتوب
الیہ) ایسا بندوبست کرے۔ کہ حکمت و دانش مآب۔ فضائل اکتساب۔ جالینوس زمانہ حکیم مصری کے جملہ متعلقین
اور زن و فرزند جو وہاں موجود ہیں۔ درگاہ معلی میں پہنچکر حکمت مآب موصوف (یعنی حکیم مصری) سے جا ملیں اور مشار الیہ
(یعنی فیضی) کو جو بعض کام وہاں کرنا ہیں بحسن و خوبی اُنکا سر انجام ہو جائے کیونکہ یہ امر ہماری خاطر اقدس کی خوشنودی
کا باعث ہوگا۔ ہمارے عالم ملکوت پر نظر رکھنے والے دل کو ہمیشہ اپنے حصول مقاصد و مطالب کیطرف متوجہ جانکر طرح
طرح کی عنایات کا امیدوار رہے (آمال جمع امل بمعنی امید اور امانی جمع امنیت بمعنی آرزو)۔

حضرت شاہنشاہ اکبر اعظم کا فرمان برہان نظام الملک مسند نشین احمد نگر کے نام:۔

حکمت و سیاست پناہ۔ اخلاص و عقیدت دستگاہ بہترین حاکم اعظم۔ بزرگان خلایق کے خلاصہ۔ خاصان بارگاہ کے مقتدا مخلصان خیر خواہ کے لب لباب۔ خاقان (یعنی اکبر اعظم) کے منظور نظر۔ الطاف الہٰی سے محصور۔ پیہم مہربانیوں کے جائے نزول۔ بزرگ عنایتوں کے مورد۔ کامل الاعتقاد۔ وافر الاعتماد۔ برہان نظام الملک۔ زبردست شاہانہ عنایات اور ظل اللہ کی بزرگ نوازشات سے معزز و ممتاز ہوکر معلوم کرے کہ چونکہ اس شوکت دستگاہ نے خلوص نیت سے ہماری درگاہ عالم پناہ میں جو اصحاب ناز و نعمت کا وطن گاہ اور دنیا بھر کے اہل استعداد کا جائے پناہ ہے۔ التجا کی تھی۔ اس بنا پر ہمارے دل الہام منزل میں ہر وقت یہ خیال جاگزیں تھا کہ ولایت دکن اس کے سپرد کریں اور اس امر جلیل کا سرانجام پانا سعادت وقت پر منحصر ہے۔ الحمد للہ ایسی زبردست فتح جس کی ہماری خاطر مبارک کو تمنا تھی۔ اور جس کا گمان تک بھی نہ ہوتا تھا۔ توجہ اقدس سے ظہور پذیر ہوئی۔ اور امرائے کبار میں بہترین فرد راجی علی خاں جو عنایت و مہربانی کے فرمان سے سرفراز ہوچکا ہے۔ اس خدمت پر متعین ہوا تھا۔ اس فتح کے حاصل ہونے سے وہ غایت عز و امتیاز سلطانی کا مورد بنا۔ اقبال کی اہتمائی سے اسکی قدر پہچانے اور ہمیشہ ہماری ذات بابرکات کا خیال دل میں رکھکر اخلاص و عقیدت کے لوازم کے اظہار میں جو کہ دین و دنیا کی عزت کا سرمایہ اور ابدی آبرو کا وسیلہ ہے۔ انتہائی کوشش کرے اور اس وقت جبکہ ہمارا اہل عالم کی مہمات کا انصرام کرنے والا خیال ولایت مالوہ کی غایت خوشحالی اور آبادانی میں مصروف ہوچکا ہے۔ اور ہم شاہزادہ کامگار برخوردار دولت و اقبال کی پیشانی کی روشنی عظمت و جلال کی آنکھ کی ٹھنڈک مبارکی و نصرتمندی کے تاج کے گوہر سعادتمندی اور حق پسندی (کے ہار کے در) بہا والے) سب سے بڑے موتی فرزند ارجمند شہزادہ مراد کو اس طرف روانہ کرتے ہیں۔ انکی آمد کو نزول سعادت سمجھ کر اپنی دور بین عقل کے مشورہ سے خیر خواہی کی بنیادوں کے استحکام میں انتہائی کوشش کرے اور ہمیشہ اخلاص کی عرضیاں ارسال کرکے دوستی کے چمن کو تر و تازہ رکھے اس لئے کہ ہوشمندی اور حقیقت شناسی (یعنی عنایت و احسان کے حقوق پہچان کر اطاعت پر کمربستہ رہنا) ملک و ناموس کیلئے محکم جائے پناہ اور مستحکم حصار ہے۔ اور صاحبان دانش و بینش پر ظاہر و آشکار ہے کہ صاحبان والا قدر نے جو دنیا اور دنیاداروں کی تسخیر اپنی ہمت عالی کے مدنظر رکھتے ہیں۔ اور حاکمان شہر سے سوائے اخلاص و اطاعت کے اور کچھ سروکار نہیں رکھا ہے۔ اور چونکہ خاطر مبارک اس عزت پناہ کی کثرت سعادت کی طرف متوجہ ہے۔ لہٰذا ہم نے امین الدین کو جو ہمارے خاص ملازموں اور مخلص ارادتمندوں میں سے ہے روانہ کیا ہے۔ تاکہ اس فتح کی مبارکباد دیکر غایت

توجہ مبارک کو از سر نو اس کے دلنشین کرے۔ چاہئے کہ گوش ہوش سے سنے۔ اور دانشمندی وحق پسندی کے ساتھ جیسا کہ ہمارے حضور مبارک میں سمجھ چکا ہے۔ اس ولایت کا انتظام وانصرام کرے۔ اور ہمارے قوانین کو جس طرح سے کہ وہ ممالک محروسہ میں رائج ہیں (اپنے یہاں بھی) جاری کرے اور کوتاہ اندیش فریب کاروں کو جو محض پیش پا افتادہ باتیں ہی سمجھ سکتے ہیں۔ اور سوائے فتنہ وفساد کے اور کسی بات کی کوشش نہیں کرتے۔ معاملات سلطنت میں دخیل نہ بنائے۔ اور پرانے خاندانوں کی رعایت کرنے اور مخلص لوگوں کو بر روئے کار لانے میں جو راست گفتاری اور درست کرداری میں مشہور وموصوف ہیں۔ کوشش کرے اور علما فضلا کی عزت افزائی اور اصحاب حکمت ودانش کی سرافرازی میں ازبس سعی کرے۔ اوقات شبار وزی کو خداوند عالم کے پسندیدہ کاموں میں صرف کرکے اس طرح خبردار رہے کہ زبردست کمزوروں پر دست درازی نہ کر سکیں۔ اور عاجز وبے بس لوگ امن وامان کے گہواروں میں آسودہ حال اور فارغ البال رہیں۔ اور جس وقت فرمان عنایت نشان اس منتخب مخلص کے نام نافذ کیا جا رہا تھا ہمارے عالم ملکوت پر نظر رکھنے والے دل میں اس مہربانی کے تقاضہ سے جو تمام عالم کو گھیرے ہوئے ہے۔ یہ خیال پیدا ہوا کہ حکم خدا کی طرح جاری ہونے والا نصیحت آموز فرمان عادل خاں (یعنی ابراہیم عادل شاہ والی بیجاپور ممدوح ظہوری ترشیزی) اور قطب الملک (والئی حیدر آباد) کے نام شرف صدور حاصل کرے اور اگر توفیق الٰہی انکی رہنما ہو تو ایام گذشتہ کے برعکس ہماری فرمانبرداری اختیار کریں۔ اس سے بہتر کیا بات ہوگی۔ کہ ہماری سلطنت ابد قرین کی تائید سے باہم متحد ہو کر فرنگستان (یعنی بحر ہند کے بعض جزائر جو اسوقت بھی اہل یورپ کے قبضہ میں تھے) اور کل بندر گاہوں کی تسخیر کا باعث ہوں اور ہزاراں ہزار عنایات شاہی کا مورد بنیں۔ اور اگر اپنی ناتجربہ کاری اور کوتاہ اندیش ہمنشینوں کی کثرت کے باعث مسافت بعیدہ کو (واضح ہو کہ لفظ بعد مسافت سے پہلے جو کاف واقع ہوا ہے۔ وہ جملہ مطویہ کے بیان کے لئے ہے یعنی جملہ جو پیچیدگی معانی میں مندرج ہے اور بظاہر مذکور نہیں۔ اس کاف کو جو کاف بیان جملہ مطویہ کہتے ہیں اس جگہ جملہ مطویہ یعنی محذوفہ "چنیں اتفاق افتد" ہے کیونکہ عبارت سے ایسا ہی استنباط ہوتا ہے۔) اپنا مستحکم حصار خیال کرکے (یعنی یہ سوچکر کہ ہزاروں کوس کے فاصلہ پر بیٹھ کر اکبر ہمارا کیا بنا لیں گے) لاپروائی کریں تو تائید غیبی اور توفیق الٰہی سے تھوڑی ہی مدت میں ان کا سارا ملک ہمارے اس تربیت کردہ (یعنی مکتوب الیہ) کے سپرد ہو جائے گا۔ چاہئے کہ اعلیٰ سلطانی عنایات کو اپنے احوال سعادت قرین کا منتظم جانے۔

حضرت شاہنشاہ اکبر اعظم کا فرمان شیراز کے کسی فاضل کے بلانے کے بارہ میں:-

باری تعالیٰ کا احسان ہے کہ صبح اقبال کے مسکرانے، نمودار ہونے اور ستارۂ جاہ وجلال کے نکلنے کی ابتدا سے لیکر جس سے مراد سریر آرائی سلطنت کا آغاز ہے آجتک کہ سلطنت کے مسعود ومبارک برسوں کی تعداد چالیس تک پہنچی۔ اور حالانکہ دوربین نظر میں بہارِ دولت کا آغاز شباب ہے اور احسان وکرم کے چمنستان کے پھولوں کے کھلنے کا وقت ہماری فلک پر چنگل مارنے والی (یعنی نہایت قوی وبلند) تمامی ہمت ہر قسم کے صاحبان استعداد بالخصوص دریائے علم وحکمت کے شناوروں (مغترف دراصل بمعنی چلو میں پانی لینے والا) کو کامل بنانے اور ان کی پرورش کرنے میں مصروف رہی ہے۔ اور ہمیشہ ہر فرقہ کے صاحب کمال تخت شاہی کے گرداگرد بلند مقاصد حاصل کر کے دین ودنیا میں کامیاب ہوا کئے ہیں۔ اور حکمت الٰہی کچھ اس طرح جاری ہے۔ کہ جس طرح بلند مرتبہ بادشاہ اُس معزز فرقہ کی طرف ملتفت رہتے ہیں۔ اسی طرح یہ جماعت بھی (اُن سے) اُنس ومحبت کے مطالب کی جویا اور اُن کی محفل عالی میں جو عزتوں اور بزرگیوں سے معمور ہوتی ہے۔ پہونچ جانے کی خواہاں رہا کرتی ہے۔ ان دنوں افادت انتصاف (یعنی ایسا شخص جس کی صفت فائدہ رسانی ہے) پسندیدہ خصائل۔ جامع کمالات۔ چلپی بیگ کے ان تمام فضائل وکمالات کا شہرہ جو اُن کی ذاتی مساعی کا نتیجہ اور منعم حقیقی کی فیض رسانی کا ثمرہ ہیں۔ متواتر گوش مبارک میں پہنچا۔ بالیقین اُن کا ذاتی حسن اخلاق اینجانب کے دل پر جو الہام کا محل ہے۔ پرتو فگن ہوا۔ بنا بریں ان کی طلبی پر ہماری توجہ معلیٰ ظاہر ہوئی (پس) مناسب یہ ہے کہ عنایات الٰہی کو اپنا ہادی گردان کر اور بادشاہی نوازشات کو اپنا رفیق راہ بنا کر (سایق از پس رانندہ وقاید از پیش کشندہ) اپنے امید کے کجاوہ کو اس طرف روانہ ہونے کے لئے کس لیں۔ (یعنی فوراً سفر کریں) اور جلد سے جلد ہماری مسرت بخش حضوری سے لذت گیر ہو کر سعادت یاب ہوں۔ اور خود آنے اور دوسرے کامل لوگوں کو اپنے ہمراہ لانے میں کوشاں ہوں۔ راستہ کے سرانجام کے متعلق (یعنی زاد راہ وغیرہ کی بابت) نیک نہاد فتحاے شیرازی کے نام حکم والا صادر ہوچکا ہے۔ لازماً اس کی تعمیل ہوجائیگی۔ ۱۲

مظفر خان
تربیت

کشف الابهام فی ترجمه مکاتبات علام